

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رَأَيْتُ بَغْرِي زَاهِسَانَ خُذَا أَسْت
پَرْدِ نَامُوسِ دِینِ مُصْطَفَا أَسْت

فَلَا يَأْخُذُ خَتْمُ نُبُوَّتٍ كَا تَرْجُمَانِ

العاقِب

مَحْرَمٌ 1431 هـ

جَنُورِي 2010 م

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حُصَيْنٌ عَلَمٌ فَظٌ خَادِمٌ حُسَيْنٌ رِضْوِي

۱۔ اعلیٰ پوری ٹیم کا عزم صحیح ہے کہ اس میں شائع ہونے والی تحریریں حتیٰ
الامکان باقاعدہ و اجتماعی اور اشتہار سے معین ہوں۔ تاہم مجھے کی مزید بہتری کے لیے
جاری فکرت کی ضرورت کا شک سے انکار رہتا ہے۔

مجله آموزش و پرورش، زمستان ۱۳۸۱، شماره ۲۰۱۰

سہ لاکھ 300 روپے



اکادیمی

آنکھ سے کا جل صاف چرائیں یاں وہ چور بلا کے ہیں

صاحبزادہ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی اور صاحبزادہ مولانا راجب احمد نعیمی توجہ فرمائیں

اپنے اکابر سے وابستگی اور ربط کسی بھی مذہب، جماعت یا گروہ میں بڑی اہم تصور کی جاتی ہے اور برکت بھی اسی میں ہے۔ البتہ کہ مع اکابر کم ہے۔ لیکن آج کل بعض عناصر کی جانب سے عوام اہلسنت کو اپنے اکابر سے بدظن اور بدگمان کرنے کے لیے انتہائی خطرناک مہم پروان چڑھ رہی ہے۔ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی معرکتہ الآراء کتاب ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کی تصنیف کے باوجود فریق مخالف انہیں اپنے بزرگوں میں شامل کر رہا ہے۔ عارف کامل حضرت میاں شیر محمد شریقی کو عقائد اہلسنت کا کٹر مبلغ و مؤید ہونے کے باوجود ان کی جانب غلط باتیں منسوب کی جا رہی ہیں۔ مناظر اسلام مولانا غلام دہگنہ قسوری کو غیر مقلدین اپنے گروہ میں شامل کرنے کے درپے ہیں۔ قاری عیسائیت حضرت مولانا رحمت اللہ کیراوی کو اپنا قد کاٹھ بدحانے کے لیے اپنے بڑوں میں شمار کیا جا رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلی کے سلسلہ طریقت سے وابستہ قاری قادیانیت پر دہشیر محمد الیاس برنی کی ان مٹ خدمات کو اغواء کیا جا رہا ہے۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا ابوالحسنات قادری کے متعلق بے سرو پا روایات کو منسوب کیا جا رہا ہے۔

اس نہ اسرار و خطرناک مہم کا اگلا شکار صدر الافاضل مولانا فہیم الدین مراد آبادی کے شاگرد رشید مفتی محمد حسین نعیمی بانی جامعہ نعیمیہ لاہور ہے۔ خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی ہے۔ صدر الشریعہ کے تحت جگر علامہ عبدالمصطفیٰ الاذہری ہے۔ استاد العلماء مفتی قمر علی نعمانی ہے۔ رحمہم اللہ ہیں۔ پاکستان میں دیوبندی مکتبہ فکر کے مرکزی مدرسہ اور اشرافیہ قادیانی کی فکر کے ترجمان ادارے ”دارالعلوم کراچی“ سے اس مہم کو اب پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ دارالعلوم کراچی

فہرست

عقیدہ ختم نبوت

7

محمد اشفاق سائل آبادی

اکادیمی

مدیر

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے این آراؤ ختم کیا

13

ڈاکٹر عامر لیاقت حسین

نور کا ساگر

علامہ ارشد القادری

اہلسنت و جماعت کو رافضیت میں دھکیلنے کی مذہب کوشش

21

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

آغا خان ریاست کی جانب پہلا قدم

محمد امجد علی خان صاحب

فتنہ قادیانیت

36

مفتی عطاء اللہ نعیمی

نعت رسول مقبول

حاجی محمد امجد علی خان صاحب

دارالافتاء

45

جامعہ ازہر، مصر

جہلی نبوت کا خاتمہ

پروفیسر محمد سلیم

اسلامی کیلنڈر کی ضرورت و اہمیت اور ہجری تقویم کا محرم الحرام سے آغاز

56

حافظ سید عزیز الرحمن

طلاق کے اسباب اور تدارک

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہ تار

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں

ہدم اطفال

کے ترجمان جریدے ماہنامہ "البلاغ" کے جولائی 2009ء کے شمارے میں اس ادارے کے سربراہ مفتی رفیع عثمانی کی طرف سے ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی علیہ الرحمۃ کی شہادت پر ایک خط شائع ہوا جس میں موصوف صاحبزادہ مولانا راغب احمد نعیمی سے مخاطب ہیں کہ "ہمارے اور آپ کے بزرگوں کے درمیان مخلصانہ تعلقات کافی قدیم ہیں۔ محترم جناب مولانا ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی صاحب اور میں اسلامی نظریاتی کونسل میں بحیثیت رکن کے عرصہ دراز تک ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح آپ کے دادا حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی اور میرے برادر عزیز شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اسلامی نظریاتی کونسل میں ساتھ ل کر برسوں کام کرتے رہے اور اس زمانہ میں آپ کے دادا جان نے تقریباً ایک ہفتہ دارالعلوم کراچی میں ہماری میزبانی قبول فرما کر قیام فرمایا، دونوں وقت ہم کھانا ساتھ کھاتے اور مختلف علمی و ملی مسائل پر تبادلہ خیال ہوتا تھا، پانچویں نمازیں بھی ساتھ پڑھتے تھے میں نے ان میں مسلکی تعصب کا شائبہ دور دور تک نہیں پایا۔" (ص: 31)

اس کے بعد دسمبر 2009ء کے شمارے میں بھی رفیع عثمانی صاحب نے اس مہم کو ایک نئے انداز میں آگے بڑھاتے ہوئے ایک مضمون "حضرت مولانا سرفراز خاں صفدر سے وابستہ چند یادیں" میں یوں بیان کیا ہے کہ "1986ء کی دہائی میں ناچر لاہور سے سفر کر کے آپ کی خدمت میں گھر و منڈی خاص اس مقصد کے لیے حاضر ہوا کہ دیوبندی اور بریلوی مکاتب فکر کے درمیان جو خلیج جوhti جاری ہے اسے کم بلکہ ختم کرنے کی راہ تلاش کی جائے۔ اس مقصد کے لیے پہلے ہی ہماری کئی ملاقاتیں مولانا مفتی محمد حسین صاحب سابق مہتمم دارالعلوم نعیمیہ لاہور مفتی ظفر علی نعمانی سابق مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری سابق شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی اور مولانا محمد شفیع اکاڑوی وغیرہم سے ہو چکی تھیں ان سب حضرات کا تعلق بریلوی مکتبہ فکر سے ہے۔ ان ملاقاتوں سے میں اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ عقائد کے باب میں دونوں مکاتب فکر کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر اور الفاظ کا اختلاف ہے۔ حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں جس کی بناء پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے۔ ہاں بہت سے اعمال میں یہ اختلاف ضرور ہے کہ ہم انہیں بدعت کہتے ہیں اور ان کے نزدیک وہ بدعت میں داخل نہیں۔ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے تو مجھ سے اور برادر عزیز مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب سے پوری وضاحت سے یہ کہا تھا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف کا باعث حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب "حفظ الایمان" کی چند سطری عبارت ہے۔ اس عبارت کو بیچ سے نکال دیا جائے تو پھر ہمارے اور آپ کے درمیان عقائد کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس پر ہم نے ان سے کہا تھا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی ہمارے سر تاج ہیں اور ان کی اس عبارت کے جو معنی بہت سے حضرات نے بیان کیے ہیں ہمیں یقین ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی اس

مذہبی کے مراد لینے سے بالکل بری ہیں اور حضرت حکیم الامت جیسی حب رسول ﷺ سے سرشار شخصیت کے بارے میں ضرور اور امکان نہیں کہ انہوں نے ایسے غلط معنی مراد لیے ہوں۔ اس عبارت کے جو صحیح معنی درسی توجہ سے کچھ میں دیتے ہیں وہی حضرت کی بھی مراد ہے۔ چنانچہ انہوں نے بعد میں اس کی وضاحت بھی فرمادی تھی اور اس غلط معنی سے مکمل قطع ہو گئی دو ٹوک اعلان فرمادیا تھا لیکن اگر ان کی اس عبارت کو شائع کرنے سے روک دینا امت کو پھوٹ سے بچانے کے لیے دونوں مکاتب فکر کو متحد کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے تو بڑی خوشی کی بات ہے اس کی عملی شکل کیا ہوگی؟ اس کے لیے ہمیں ضرورت ہے۔ ہمیں اور آپ کو مل کر اس کے لیے پیش رفت کرنی چاہیے اور طے ہوا تھا کہ دونوں طرف کے علماء و ائمہ اس غرض سے بلایا جائے گا لیکن ملک میں اچانک ایسے حالات پیش آتے گئے کہ یہ کام آگے نہ بڑھ سکا۔

میرے والد رضی اللہ عنہ صاحب مرحوم کے دور میں بریلوی مکتبہ فکر کے مشہور عالم دین مولانا محمد شفیع اکاڑوی صاحب نے دارالعلوم آباد میں علماء کونشن کے موقع پر ملاقات فرمائی جو ہماری پہلی اور آخری ملاقات ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس کے بعد مولانا صاحب نے دہلی میں انتقال ہو گیا۔ اس ملاقات میں مولانا اکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کہا کہ میں یہ فرمایا تھا کہ امت میں جو پھوٹ پڑی ہوئی ہے مجھے خطرہ ہے کہ اس کے بارے میں آخرت میں ہم سے پوچھا جائے گا کہ ہم نے اقرار کرتے ہیں کہ میں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے بارے میں اپنی تقریروں میں بار بار یہ بات کہی ہے لیکن جب میں نے ان کی کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ان کی کتاب "حفظ الایمان" کی جو چند سطری عبارت اب تک کشیدگی کا باعث بنی رہی ہے اس میں مولانا اکاڑوی صاحب نے فرمایا کہ اب تو خود حضرت تھانوی ہی کے قلم سے اس کی ایسی توضیح اور توجیہ شائع ہو چکی ہے کہ اس کے بعد یہ عبارت بھی نزاعی نہیں رہی۔ اس لیے مجھے آپ دونوں بھائیوں سے توقع ہے کہ اگر ہم مل کر کام کر لیں تو پھوٹ سے بچایا جاسکتا ہے ورنہ اللہ کے یہاں ہم سے پوچھ ہوگی۔

ان سے کہا تھا کہ یہ تو آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ ہمارے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع نے اپنی زندگی کے آخری کئی سال اس کوشش میں صرف فرمائے ہیں اور میں بھی کئی سال سے اس میں لگا ہوا ہوں۔ چنانچہ میرے اور مولانا اکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان طے ہوا کہ وہ اور ہم اپنے اپنے اپنے علم سے رابطہ کر کے اس میں پیش رفت کریں گے پھر دونوں طرف کے خاص خاص علماء کرام کا سامان ہوگا پھر نمائندہ بڑے پیمانے پر دونوں طرف کے حضرات کا دوسرا اجلاس ہوگا۔ ان اجلاسوں میں اتفاق ہو جائے گا کہ ہم دونوں طرف کے علماء و مشائخ کا کونشن بلا کر اس میں اعلان کر دیا جائے گا کہ عقائد میں اختلاف نہیں۔

لیکن کراچی واپس آ کر تاجپڑ کا اہل علم سے مشوروں کا سلسلہ جاری ہی تھا اور اس کا طریقہ کار بڑے پیمانے پر طے کیا جا رہا تھا کہ مولانا محمد شفیع اذکار ڈوی رحمتہ اللہ علیہ کی اچانک وفات ہو گئی ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی کامل مشفرت فرمائے۔

بعد ازاں ان کے صاحب زادے مولانا کوب نورانی صاحب سے کئی بار ملاقاتیں ہوئیں وہ بھی کئی بار دارالعلوم کراچی تشریف لائے اور ہر بار مولانا محمد شفیع اذکار ڈوی صاحب کی اس ملاقات کا ذکر آیا لیکن افسوس کہ اس کے بعد بھی کوئی عملی پیش رفت نہ ہو سکی اور دشمنان اسلام کی سازشوں اور مسلمانوں کی سادہ لوحی یا جذباتیت کے باعث یہ بتل منڈھے نہ چڑ سکی۔ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾

یہ تھا وہ پس منظر جس کے تحت تاجپڑ امام اہل السنۃ والجماعہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر سے ملاقات کرنے اور رہنمائی حاصل کرنے کے لیے لکھنؤ منڈی حاضر ہوا تھا۔ حضرت نے بہت شفقت فرمائی اور جس مقصد کے لیے حاضر ہوا تھا اس پر مسرت کا بھی اظہار فرمایا اور اس کی تائید فرمائی۔ لیکن طبیعت ناساز مٹی زیادہ گفتگو نہ ہو سکی۔ (مس: ۵۰ تا ۳۸)

سرفراز صاحب لکھنؤ کی یاد میں مفتی صاحب موضوع سے کچھ زیادہ ہی دور نکل گئے ہیں۔ سنی دیوبندی نزاع ایسے چنگلوں سے حل نہیں ہوگا بلکہ ان متنازعہ و کفریہ کتب کے مصنفین و قائلین سے قطعاً لاتعلق ہونے سے حل ہوگا جن میں شان ربوبیت و شان رسالت ﷺ کی توہین و تحقیر کی گئی ہے۔ مفتی صاحب دور کی کوڑی لانے کی بجائے اپنی ہی چارپائی کے نیچے پہلے اچھی طرح بالیں پھیر لیں کہ ان کے اپنے مسلک کے لوگوں کو ان کی یہ کرم فرمائی کیسی محسوس ہو رہی ہے؟ سرفراز لکھنؤ کی صاحب کے پوتے حافظ عمار خان ناصرنے خط کشیدہ عبارات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”بریلوی دیوبندی اختلاف سے متعلق مفتی صاحب کا یہ تجزیہ حضرت شیخ الحدیث کے منہج فکر اور نظریات سے کتنا ہم آہنگ ہے یہ نکتہ زیادہ محتاج وضاحت نہیں۔ لیکن کسی وضاحتی یا اختلافی نوٹ کے بغیر اس کی شمولیت ناساز اشاعت کے مرتبین کو کھٹکی ہے اور نہ موصولہ مواد پر نظر ثانی کر کے اس کی منظوری دینے والے بزرگوں کو۔ اس کے وجوہ اور مصالحت غالباً زیادہ ناقابل فہم نہیں ہیں۔“

ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ جنوری 2010ء، ص: 58



عقیدہ ختم نبوت

محمد اشفاق سالک آبادی

نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبوت کو ختم کر دیا، آپ ﷺ کی تشریف آوری سے نبوت تمام اور مکمل ہو گئی اور اب کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا نیز آپ کی نبوت قیامت تک کے لیے ہے۔ ختم نبوت کے منکرین خاتم کے معنی مہر کرتے ہیں لیکن اس سے بھی ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ مہر کے معنی یہ ہیں کہ جس چیز پر مہر لگا دی جائے وہ چیز ختم ہو جاتی ہے نہ تو اس میں دوسری شے داخل ہو سکتی ہے اور نہ اس کو کوئی شخص دیکھ سکتا ہے۔ اگر کوئی مہر توڑے گا اور اس میں رد و بدل کرے گا تو وہ امانت میں خیانت کرنے کے سنگین الزامات میں پکڑا جائے گا۔ اس صورت میں ”خاتم النبیین“ کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری تھا، حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا اور اس پر مہر لگا دی تاکہ کوئی کذاب و دجال اس میں داخل نہ ہو سکے۔ اگر کوئی شخص زبردستی اس سلسلہ میں گھسنا چاہے گا تو پہلے مہر توڑے گا اور جب مہر توڑے گا تو پکڑا جائے گا اور اسے جہنم کی ہزکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

عقیدہ ختم نبوت و رسالت کا ایک جزو یہ ہے کہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے چے رسول ہیں اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں یعنی نہ صرف نبوت آپ پر ختم ہو گئی بلکہ یہ بھی کہ یہ منصب اپنے کمال کو پہنچ کر تمام ہو گیا۔ اس لیے آپ ﷺ کی نبوت و رسالت تمام زمینوں اور انسانوں کے لیے ہے۔ اب آئندہ نہ تو کسی رسول کے آنے کی گنجائش ہے اور نہ ہی کسی نئی شریعت کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے جس آسمانی وحی کی روشنی میں انسان کی تہذیب و تمدن کی اصلاح کی ہے اس کا ایک ایک لفظ اپنی اصل شکل اور ہیئت کے ساتھ موجود ہے۔ جس میں کوئی تحریف نہیں ہوئی ہے اور نہ ہوگی جبکہ پہلی الہامی کتابوں اور صحائف میں تبدیلی کر دی گئی ہے بلکہ اکثر صحائف کا نام تک باقی نہیں اور غیر الہامی کتابیں تو اپنی اصل افادیت اور اہمیت ہی کھو چکی ہیں۔ گزشتہ انبیاء کا پیغام مقامی اور محدود تھا جبکہ محمد اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت عام ہے اور آپ کا لایا ہوا پیغام ہدایت ابدی اور ختم ہے۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رسالت کو کامل و اکمل میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ختم

اللہ کا اعلان یوں فرمادیا کہ ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ﴾^۱ وکل اللہ بکل شیء علیہما ﴿﴾ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّعَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ ﴿﴾ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔ ﴿مذکورہ آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے دین اور نعمت مکمل فرمادینے کا اعلان فرمایا ہے پس اب قیامت تک کوئی دین الہی نہ ہوگا اور حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں بنایا جائے گا۔ پہلی امتوں پر نعمتوں کو مکمل نہیں کیا گیا تھا اب اس نعمت کو مکمل ہو جانے کا اعلان اللہ تعالیٰ نے فرما کر ہر دروازے پر پھر لگا دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ”بنی اسرائیل کے انبیاء ان کا سیاسی نظام لاتے تھے۔ جب بھی کوئی نئی وصال کرتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”عنقریب میری امت میں تیس کتاب ہوں گے جن میں ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“ ایک اور حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ”میری اور پہلے انبیاء کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ وہ شخص جس نے ایک نکتہ محل تیار کیا اور ایک اینٹ کی جگہ خالی رہنے دی لوگ اس محل کو دیکھتے اور پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک نکتہ محل کیوں خالی چھوڑ دی گئی ہے؟ سو وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔“

مگر ابن کثیر میں علامہ ابن کثیر متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں رسول اکرم ﷺ نے سنت متواترہ میں بتایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں تاکہ ساری دنیا جان لے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہے، جھوٹا ہے، دجال ہے، گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ لیسر المعانی میں علامہ سید محمود آلوی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایسا عقیدہ ہے جس کی تصدیق قرآن و سنت نے کی ہے۔ اس پر امت کا اجماع ہے۔ پس جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ اس نے تو نبی نہیں کی اور اس دعویٰ پر اصرار کرتا رہا تو وہ قتل کیا جائے۔

اسلامت اسلامیہ کی فرقوں میں مٹی ہے۔ ہاں ہی تعصب نے ہمارا ملت اسلامیہ کے امن و سکون کو درہم برہم

کیا اور فتنہ و فساد کے شعلوں نے بڑے المناک حادثات کو جنم دیا ہے لیکن یہاں شاخوں میں طرح طرح کے اسنے شدید اختلاف کے باوجود تمام اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ سرور کونین ﷺ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ گزشتہ تیرہ صدیوں میں جس نے بھی نبی بننے کا دعویٰ کیا اس کو مرتد قرار دیا گیا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کر کے اس کی بھونی عظمت کو خاک میں ملا دیا گیا۔ الحمد للہ عالم اسلام کے تمام علماء کرام نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج بلکہ مرتد قرار دیا ہے۔

فتنہ قادیانیت کی بیخ کنی اور اس سازش کو بے نقاب کرنے کے لیے 1895ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت نے فتاویٰ رسائل اور کتابیں لکھ کر عوام کو آگاہ کیا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور حضرت پیر سید جماعت علی شاہ نے بھی فتنہ قادیانیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ 1953ء میں علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ مرزائیوں کو قانوناً غیر مسلم اقلیت قرار دے لیکن حکومت نے آپ کو ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا۔ آپ اپنے مطالبہ کا اعادہ فرماتے رہے جبکہ علامہ عبدالستار خان نیازی اور مولانا سید ظیل احمد قادری کو تو چھائی کا حکم سنایا گیا تھا جو بعد میں ملتوی ہو گیا۔

29 اپریل 1973ء وہ مبارک دن ہے جب آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جبکہ 25 مئی 1973ء کو صدر آزاد کشمیر نے بھی اس کی توثیق کی۔ پھر علماء اہل سنت خصوصاً علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی اور علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کی خصوصی کاوشوں سے 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر غیر ایمانی کا ثبوت دیا۔ جب 1977ء میں جنرل ضیاء الحق اور 1999ء میں جنرل پرویز مشرف کے اقتدار پر قبضہ کر لینے کی وجہ سے آئین معطل ہوا تو قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی انتھک جدوجہد سے دوبارہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی دفعہ کو نہ صرف تسلیم کیا گیا بلکہ قانون میں بھی شامل کرنا پڑا۔ آزاد کشمیر اس وقت حکومت ایک مرتبہ بھر بازی لے گئی جب غالباً جون 2002ء میں جمیعت علمائے جموں و کشمیر کے صدر صاحبزادہ شتیق الرحمن فیض پوری کی کوششوں سے حکومت نے وہاں قادیانی لٹریچر رکھنے اور شائع کرنے پر پابندی عائد کر دی۔ ہمیں امید ہے کہ حکومت پاکستان بھی اس خوش آئند فیصلے کی تقلید کرے گی۔



نور کا ساگر

علامہ ارشد القادری

حضرت علامہ ارشد القادری کی تمام عمر اہلسنت و جماعت کے دفاع و خدمت میں بسر ہوئی۔ آپ جامعہ نظام الدین دہلی کے بانی اور ان گنت مدارس کے سرپرست و مربی تھے۔ تحریر و تقریر میں یکنائے زمانہ تھے خصوصاً تحریر میں آپ کی کثرت بہت مضبوط تھی۔ آپ کی لاجواب تصانیف میں مسئلہ ختم نبوت سرکار ﷺ کا جسم بے سایہ، علم غیب، لالہ زائر، تفسیر تفسیلی جماعت اور زلزلہ وغیرہ شامل ہیں۔ آخر الذکر کتاب نے تو حقیقی معنوں میں نجد و دیوبند کے مکروفریب علماء میں زلزلہ برپا کر دیا تھا جس کے اثرات آج بھی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ بہر کیف آپ بہترین محقق و مصنف و شاعر تھے۔ ماہنامہ جام نور اور جامعہ نظام الدین دہلی آپ کی خاص یادگار ہیں۔

آپ کی محبوب، چمپا ہوار پاکستان اور دو چہر کا وقت ساری قیامتیں ایک ساتھ جمع ہو گئی تھیں۔ قافلے والے کوئی شہت سے جاں بلب تھے۔ انہیں یقین ہو چلا تھا کہ اب وہ چند گھنٹے کے مہمان ہیں۔ اسی عالم یاس میں ان کی موت اور ایک پہاڑ کے دامن سے گزرتے ہوئے چند ناقہ سوار نظر آئے۔

نور کا لالہ نے کہا! اونٹوں کی رفتار بتا رہی ہے کہ یہ حجاز کے ٹکستان سے آرہے ہیں۔ جانے کیوں میرا دل بھڑک اٹھا ہے کہ یہ لوگ ہماری بھی ہوئی زندگی کی امید گاہ بن کر طلوع ہوئے ہیں! اپنی کھتری ہوئی قوتوں کو سوار کر کے آواز دو۔ شاید ہماری چارہ گری انہی کے ہاتھ پر مقدر ہو گئی ہو۔ اپنے سردار کے حکم کے مطابق قافلے کے افراد نے اسے افراد نے ایک ساتھ انہیں بلند آواز سے پکارا، خوش نصیب کہ سلطان حجاز کے گوش مبارک پہنچا۔ سردار دوست مدار نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا: ”یہ عربی قبائل کا کوئی مصیبت زدہ کارواں نہیں ہے بلکہ اس کی اعانت کریں۔“

اوس کی طرح تیرے جیز قدم اٹھتے ہوئے ان کے قریب پہنچے پیاس کی شدت سے وہ بے حال ہو رہے تھے۔ ان کے دل میں ایک چمکا ہوا چہرہ دیکھ کر وہ چیخ اٹھے ماے رحمت و نور والے! ہم پیاس کی شدت سے جاں بلب ہیں۔ چمکا ہوا چہرہ دیکھ کر وہ چیخ اٹھے ماے رحمت و نور والے! ہم پیاس کی شدت سے جاں بلب ہیں۔ چمکا ہوا چہرہ دیکھ کر وہ چیخ اٹھے ماے رحمت و نور والے! ہم پیاس کی شدت سے جاں بلب ہیں۔

سرکار ﷺ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اس پہاڑ کا دوسری جانب ایک حبشی نژاد غلام اپنی ناقہ پر پانی کی ایک مشک لیے جا رہا ہے اس سے جا کر کہو کہ چل تجھے پیغمبر آزاد الزمان بلا رہے ہیں۔ فوراً قافلے سے ایک شخص دوڑتا ہوا پہاڑ کی دوسری طرف روانہ ہو گیا۔ کچھ ہی فاصلے پر اسے ایک حبشی نژاد ناقہ سوار نظر آیا اس نے اسے آواز دے کر روکا اور سرکار نامدار کا پیغام پہنچایا۔

سرکار کریم ﷺ کا نام نامی سننے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا اور اپنا سواری سے اتر آیا۔ اب اپنے ہاتھ سے اونٹنی کی مہارت تھامے ہوئے وہ پایادہ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جیسے ہی اس کی نظر سرکار کریم ﷺ کے چہرہ انور پر پڑی اس کے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ ایک ہی جلوے میں وہ آقا کریم ﷺ کے رخ انور کا امیر ہو کر رہ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”ہر پانی کم نہیں ہوگا! ان پیاسوں پر اپنی مشک کا منہ کھول دے! خدا تجھے روشن کرے گا۔“

اب وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ سرکار کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل کے لیے بے ساختہ اس کے ہاتھ اٹھے اور اس نے مشک کا منہ کھول دیا۔ آبشار کی طرح پانی کا دھارا گر رہا تھا اور قافلے والے سیراب ہو رہے تھے۔ جب سارے اہل قافلہ سیراب ہو چکے تو سرکار ﷺ نے حکم دیا اب مشک کا منہ بند کر لے۔ مشک کا منہ بند کرتے ہوئے اسے سخت حیرت تھی کہ کئی مشک پانی بہہ جانے کے بعد بھی اس کے مشک کا ایک بوند پانی کم نہیں ہوا تھا۔

وہ شخص حقیقتہً جمال تو پہلی نظر میں ہو چکا تھا۔ اب یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھ کر وہ اپنے جذبہ شوق کو دبا نہیں سکا۔ بے خودی کے عالم میں چیخ اٹھا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ سرکار کریم ﷺ نے دعائیں دیتے ہوئے اس کے چہرے پر رحمت و کرم کا ہاتھ پھیرا اور اسے رخصت کر دیا۔

حبشی غلام کا آقا پانی کے مشک کا بہت دیر سے منتظر تھا۔ جوں ہی دور سے اپنی آتی ہوئی اونٹنی پر نظر پڑی تو خوشی سے اس کا چہرہ کھل اٹھا لیکن جوں جوں اونٹنی قریب ہوتی جا رہی تھی اس کا استعجاب بڑھتا جا رہا تھا۔ اسے حیرت تھی کہ اونٹنی اسی کی ہے مشک بھی اسی کی ہے لیکن سوار اجنبی ہے۔ آخر اس کا اپنا حبشی غلام کہاں گیا؟ جب اونٹنی بالکل قریب آگئی تو آقا دوڑتا ہوا آیا اور اس اجنبی شخص سے دریافت کیا کہ تو کون ہے؟ میرا وہ حبشی غلام کہاں گیا؟ مجھے ایسا لگتا ہے کہ تو نے اسے قتل کر کے میری اونٹنی پر بٹھ کر لیا ہے۔

سوار نے اٹھار حیرت کرتے ہوئے جواب دیا۔ ہائے افسوس! آج آپ کو کیا ہو گیا ہے! اپنے قدیم غلام کو بھی

آپ نہیں پہچانتے؟ آپ کا غلام تو میں ہی ہوں اور آپ کا کون غلام ہے؟ آقا نے غضب ناک ہو کر جواب دیا۔
مجھے فریب دیتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی، میرا غلام جیسی نرا دھما۔ اس کے چہرے پر یہ سفید نور کہاں تھا؟
اب جو آئینے میں اس نے چہرہ دیکھا تو عالم بے خودی میں رقص کرنے لگا۔ جذبات کی دالہا نہ وارفتگی میں سرشار
ہو کر اس نے اپنے آقا سے کہا! یقین کرو میں تمہارا وہی غلام ہوں! اعتبار نہ ہو تو مجھ سے اپنے گھر کے سارے حالات
چھو لو، وہ گئی میرے چہرے کی یہ چاندنی تو یہ برکت ہے نخلستان عرب کے اس پیغمبر ﷺ کی جس کے چہرہ دنیا کا
عکس دل ہی کو نہیں چہرے کو بھی روشن کر دیتا ہے۔

آج نور کے اس ساگر میں نہا کر آ رہا ہوں۔ پہاڑ کی ایک وادی میں ان کی زیارت سے شاد کام ہوا۔ دم
لست انہوں نے اپنے نورانی ہاتھ میرے چہرے پر مس کر دیے تھے۔ اسی کی برکت ہے کہ میرے چہرے کی
ہر جگہ ہوتی سفیدی میں بدل گئی۔

آقا نے یہ کیفیت معلوم کر کے غلام کی پیشانی چوم لی اور وہ بھی دولتِ ایمان سے مالا مال ہو گیا۔



انعامی مقابلہ

۱) جنگ یمامہ میں عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے شہید
نے والے بھائی کا اسم گرامی کیا ہے؟

۲) شہزادہ اعلیٰ حضرت، حجت الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ نے ردِ قادیانیت
کی کتاب تصنیف فرمائی؟

۳) آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو کب غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا؟

۴) درست جواب اپنے والے خوش نصیبوں کو انعام کا شوق بالکل

۵) جواب نوٹ: ۱) میں صرف مصر تا مغرب 0321 4370406

جب حضرت عمر بن عبد العزیز نے ابن آرا کو ختم کیا!

وہ ہمیشہ کی طرح رات کو گشت پر نکلے۔ نفس کے دشت کو نیکیوں کے سمندر میں بدلنے کے لیے گشت تو کرنا ہی پڑتا
ہے اور پھر ویسے بھی انہوں نے کبھی شہوات سے "مفاہمت" کی ہی نہیں تھی لہذا پہلو بھی اکثر بستر سے الگ ہی رہا کرتے
تھے۔ اُس رات بھی معمول کے مطابق اپنے اسلم کے ساتھ وہ رعایا کی خبر گیری کے لیے بیس بدل کر ان ہی گلیوں میں
سر جھکا کر چل رہے تھے جہاں "ان" کے ہونے کا تصور ہی ہر عاشق کو خود بخود ادب سکھا دیتا ہے۔ وہ تو ٹھہرے خالق
سے محبوب کے مانگے ہوئے عاشق! پھر ان سے زیادہ ادب اور کون جانے؟ ادھر رات گہری ہوتی جا رہی تھی اور ادھر ان
کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی کہ کہیں کوئی گلی مکان یا محلہ چھوٹ تو نہیں گیا یا معبود برحق مجھ سے روٹھ تو نہیں گیا جو کسی
سائل کی آواز ماں کی پکار یا بھوکے پیٹ رات گزارنے والوں کی سسکیاں سنائی نہیں دے رہیں؟ اسی مضطربانہ کیفیت
کے ساتھ انہوں نے ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی ہی تھی کہ دفعتاً ایک آواز کی سرگوشی نے سناٹے کو چیر دیا، بظاہر وہ کھسر
پھسر ہی تھی مگر ماحول کی خاموشی نے غیر معمولی صوتی طاقت کے ساتھ مظاہر فطرت کو اس کا گواہ بنا دیا تھا۔ وہ ایک عورت
تھی جو اپنی بیٹی کو بیدار کرتے ہوئے اس سے کہہ رہی تھی "بیٹی اٹھو! یہ وقت بہت مناسب ہے تم جلدی سے دودھ میں
پانی ملا دو"۔ بیٹی نے قدرے توقف کے بعد اپنی ماں سے دریافت کیا "امی جان! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آج امیر
المومنین نے کیا حکم دیا ہے؟" ماں نے بھنویں چڑھاتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دختر کو گھورتے ہوئے پوچھا کہ "کیا حکم
دیا تھا؟" بیٹی دائرہ ادب کے احاطے میں رہتے ہوئے نرم انداز میں اپنی والدہ سے یوں گویا ہوئی کہ "امی جان! میں نے
امیر المومنین کے من دی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ دودھ میں پانی کی آمیزش نہ کی جائے"۔ ماں نے جواب سن کر کہا کہ
بس اتنی ہی بات ہے تم نے خواہ مخواہ مجھے بھی پریشان کر دیا گھبرانے کی ضرورت نہیں، تم بس اغوا اور دودھ میں پانی ملا دو۔
ہم جہاں ہیں وہاں نہ عمر ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا منادی"۔ بیٹی نے والدہ کا آخری فیصلہ سن کر اٹل لہجے میں
بیزارگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "امی جان! اللہ کی قسم یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں لوگوں کے سامنے تو عمر رضی اللہ عنہ کی
اطاعت کروں اور تمہاری میں نافرمانی کا ارتکاب کروں۔ آپ کو دودھ میں پانی ملانا ہے تو خود ملا دیجیے مجھ سے یہ نہیں

کچھ دیر کے لیے پھر سے خاموشی ہو گئی۔ اس بار خاموشی کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آواز نے توڑ دیا اور آپ نے کہا: "اے اسلم! اس گھر کے دروازے پر کوئی نشان لگا دو اور اچھی طرح پہچان لو اور صبح آکر یہاں دیکھنا کہ معاملہ کیا ہے اس گھر میں کوئی مرد بھی ہے یا نہیں؟" اسلم بتاتے ہیں کہ جب صبح میں نے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ لڑکی کا بچہ چکا ہے اور وہ کنواری ہے جو اپنی ماں کے ساتھ تھرا رہتی ہے۔ تفصیلات جاننے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو بلوایا اور سب کو جمع کرنے کے بعد ان سے فرمایا: "میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے کسی کا نکاح اس لڑکی سے ہو جس میں نے گذشتہ شب ایمان کی بہترین حالت میں دیکھا ہے۔" آپ کے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: "بابا جان! میں حاضر ہوں۔" چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کے لیے پیام فرمایا: "اے اسلم! اس کا نکاح کر دیا۔ ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی اور اس کے ہاں بھی ایک بیٹی پیدا ہوئی۔" سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے گہر نایاب کو ختم دیا۔ ہاں! وہی عمر بن عبد العزیز جنہوں نے مروان بن حکم کے ساتھ قاتل کا خون کا خاتمہ کیا جس سے آل مہلب مہمدہ حجاج اور خالد بن سعید نے پھر پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ ان کے خلاف سے انکار اور ایمان کے تحفظ پر اصرار کا چراغ ان کی تربیت گاہ میں اسی خاتون نے روشن کیا تھا جسے اللہ عزوجل فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بہو اور دوسری جانب عمر بن عبد العزیز کی تانی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

مروان سے لے کر سلیمان بن عبد الملک تک "حکومتی مفاد" کے پیش نظر "حکمت عملی" کے تحت اسلام کے عظیم علماء و ائمہ بن زیاد، موسیٰ بن نصیر، محمد بن قاسم اور قتیبہ بن مسلم کا صلہ دردناک شہادت یا معاشی تنگی کی صورت میں ان کی حکومت کے حالات ایسے ہو چکے تھے کہ بیت المال عوامی نہیں بلکہ "ذاتی خزانہ" تصور کیا جاتا تھا۔ ان کے عہد میں اور شہر و شہاب کی محافل کے "ساقیوں" کو بڑی بڑی جاگیریں عطا کی گئیں، بعض مخالفین کی جانب سے ان کے پوتوں کی سزائیں معاف کر دی گئیں اور بعض طاقت وروں سے "مفاہمت" کی خاطر سعید بن جبیر، ابی ہریرہ، ذوالحجیم بن یزید، محمد بن عبد اللہ بن زبیر اور مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا گیا۔ ایسے ہی عمر بن عبد العزیز نے جنہوں نے قوی و حکومتی مفاہمت اور اس جیسے ناموں کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے قاتل کو معاف کر دیا اور ان کا انصاف کا کام کیا۔ امام ابن جوزی کے مطابق آپ نے خلیفہ بننے ہی سب سے پہلے جو کام انجام دیے ان کے حسب شدہ مال کی واپسی تھی۔ تاریخ ابن طحان کے صفحات میں درج ہے کہ آپ نے مسند اقتدار پر بیٹھ کر قاتل کو معاف کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے مال کا حساب مانگا۔ اس وقت امت کا وہ

تہائی مال صرف "ایک خاندان" کے قبضے میں تھا۔ سیدنا عمر بن عبد العزیز کے مکاتیب پر "این آر او" کے تحت فائدہ اٹھانے والوں نے جواب دیا: "اللہ کی قسم! یہ مال اور جائیداد اس وقت تک واپس نہیں ہو سکتا جب تک ہمارے سر تن سے بدلتے ہو جائیں۔ ہم اپنے اجداد کو کافر بنا سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے بچوں کو مطلق"۔ اس سخت جواب کے بعد عمر بن عبد العزیز نے جواباً دمشق کی جامع مسجد میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا جسے امام جوزی کی تحریر کردہ "سیرت عمر بن عبد العزیز" کے صفحہ ۸ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ "ان لوگوں (حکومتی افراد) نے ہم خاندان والوں کو ایسی جاگیریں اور عطایا دیے جس کو اللہ کی قسم ان کو دینے کا حق تھا اور نہ ہی ہمیں لینے کا۔ چنانچہ میں خلیفہ وقت کی حیثیت سے اصلی حق دار کو ان کا حق واپس دینے کا اعلان کرتا ہوں اور اس کی ابتداء اپنے ہی گھر سے کرتا ہوں۔" اس کے بعد آپ نے جاگیروں کی اسناد کا غریب منگوا یا وزراء ان اسناد کو نکال کر پڑھ کر سناتے جاتے تھے اور آپ قبیحی سے انہیں کاٹ کر پھینکتے جاتے تھے یہاں تک کہ فجر سے ظہر کا وقت ہو گیا۔ تاریخ الخلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ آپ کی اہلیہ فاطمہ بنت عبد الملک کے پاس موتیوں کا ایک ہار تھا جو ان کے باپ خلیفہ عبد الملک نے انہیں دیا تھا۔ آپ نے وہ ہار لے کر اپنی شریک حیات سے کہا: "تم اور یہ ہار دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔" یہ کہہ کر آپ نے این آر او کے ایسے چیتھرے اڑائے کہ بنی امیہ کے تقریباً ڈیڑھ سو افراد عالی شان مکانات سے نکل کر "فری پاتھ" تک آ گئے۔ ان میں سے بعض تو صوم و صلوة کے پابند اور متقی بھی تھے مگر قانون کی عملداری میں آپ نے ان کی بھی ذرہ برابر پروا نہیں کی اور یہ صورت حال اس وقت تک جاری رہی جب تک کہ آپ کی "پراسرار شہادت" نہ ہو گئی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے مفاہمتی قانون (N.R.O) کا ایسا خاتمہ کیا کہ ظالم اور غاصب امراء و عمال سخت تعزیری سزاؤں سے بچ نہ سکے۔ حجاج بن یوسف کا خاندان جو ظلم و زیادتی میں مشہور تھا اس کو جلا وطن کر دیا گیا۔ یمن کے والی عبد الحمید کو رقتہ لکھا کہ "وسوسہ شیطانی اور حکومت کے ظلم و جور کے بعد انسان کی بھانپ نہیں ہو سکتی" اس لیے میرا خط ملتے ہی ہر حق دار کو اس کا حق دواور ہر غاصب کو برطرف کر دو۔ فارس کے امراء کو لکھا کہ "خبردار! میں اب یہ نہ سنوں کہ چند منظور نظر افراد کو فائدہ پہنچانے کے لیے عذائی اجناس کے نرخوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو اللہ کا قانون نافذ کرنے میں عمر پیچھے نہیں رہے گا۔"

مروان (۶۸۰ء) صاحب ایک سوال ہے اور چونکہ آپ ہمارے ملک میں سب سے بڑے عہدے پر ہیں شاید مجھے اس کا جواب دے سکیں کہ "جب انسان اپنی خواہش سے دنیا میں نہیں آتا اور نہ ہی اس کی مرضی سے موت آئے گی تو پھر وہ پیدا ہونے اور موت کا یہ مبینہ وقت اپنی مرضی سے کیوں جینا چاہتا ہے؟" ❀ ❀ ❀ ❀ ❀



اس میں شک نہیں کہ وطن عزیز جس قسم کے فتنوں کی لپیٹ میں آچکا ہے وہ ان حکمران سیاسی عناصر کی پیداوار ہے۔ اس کی آڑ میں ایسے ایسے فیصلے کر رہے ہیں جو ڈالروں کے عوض خاکم بدین نہ صرف ملک کی نظریاتی جڑوں کو ہلکے بلکہ اس کی جغرافیائی بنیاد میں بھی دراڑیں ڈال جائیں گے۔ قوم کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بکریوں کے بھران میں مبتلا کیا گیا تاکہ ”رینٹل پاور“ پراجیکٹ کی شکل میں کروڑوں ڈالر کی ”کیشن“ کمائی جاسکے۔ اس کا بھران سامنے آتا ہے۔ ابھی قوم کی کمر اس بھران سے سیدھی نہیں ہو پائی کہ حکومت اور اپوزیشن میں بیڑا ”کھرا ہوا“ 28 روپے والی چینی کو 55 روپے میں فروخت کرنے پر تل جاتا ہے۔ بعض ذرائع کے مطابق اسی اثناء میں بھران اور افسانوں میں پاکستان سے تنخواہ لے کر ”دوسروں“ کے کام کرنے والا سفارتی حلقہ حرکت میں آتا ہے۔ اس کے نتیجے میں (ر) امتیاز احمد نام کی باسی کڑی میں اٹھارہ برس بعد اچانک اہال لایا جاتا ہے اور حکومت کی نہ نظر آنے والی پمپ جھپٹا تیلے پاک فوج اور ملکی سلامتی کے ضامن اداروں کو بدنام کرنے اور اپوزیشن کو مشرف کے ٹرائل کے لیے ایک ”حکومتی کاؤنٹر ایک“ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس واقعے سے چند روز پہلے ہی وزیر اعظم پارلیمنٹ میں کہہ چکے تھے کہ مشرف کا ٹرائل (قابل عمل) نہیں ہے۔ جب تک کہ تمام پارلیمنٹ کے اراکین اس کے لیے ”نہ نوٹس تیل ہوگا نہ ادھانا ہے گی“۔ یہی وجہ ہے کہ زرداری گروپ کے بعد سب سے زیادہ اہم ”آمر مشرف“ کی پشتی بان بنی ہوئی ہے بلکہ زرداری صاحب بھی اب اسی قلعے میں پناہ گزین ہیں۔

اس دوران الزامات اور وضاحتوں کی اس دھول میں کابینہ کی سطح پر ایک ایسا فیصلہ کیا گیا جس کے خطرناک اور ناگوار نتائج سے شاید ابھی کوئی واقف نہیں ہے۔ یہ فیصلہ گلگت اور بلتستان کو داخلی خود مختاری دینے کا حکومتی فیصلہ ہے۔ یہ بات یہ ہے کہ یہ متنازع فیصلہ اسی وقت کیوں کیا گیا؟ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جس نے دو طرح کے نتائج پیدا کیے ہیں۔ ایک یہ کہ اس حکومتی فیصلہ سے مسئلہ کشمیر کو عملاً اس خطے سے کانٹنے کی کوشش

کی گئی ہے جس پر مقبوضہ کشمیر کی کشمیری قیادت بھی حیران اور پریشان ہو چکی ہے کہ پاکستان نے ان کے ساتھ یہ کیا کیا ہے؟ پاکستان نے 1948ء میں اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر اپنا جو مقدمہ پیش کیا تھا اس کے مطابق اس مقدمے میں متحدہ کشمیر کے مجموعی رقبے کا ذکر ہے جو تقریباً 86 ہزار 4 سو مربع میل کے برابر ہے۔ یہ سارا رقبہ اسی وقت مکمل ہوتا ہے جب گلگت اور بلتستان کو اس میں شامل کیا جائے۔ اس سلسلے میں کشمیر ہائیکورٹ کا ایک فیصلہ بھی موجود ہے کہ شمالی علاقہ جات تاریخی طور پر کشمیر کا حصہ ہیں۔ اس لیے انہیں کسی اور بندوبستی نظام کے تحت نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ بھی کشمیری عوام حکومت پاکستان سے اس بات کا مطالبہ کرتے رہے ہیں کہ شمالی علاقہ جات کو کشمیر کا حصہ قرار دے کر ہائی کورٹ اور کشمیری پارلیمنٹ کا دائرہ کار بڑھا دیا جائے لیکن اس سلسلے میں ہمیشہ اسلام آباد کی ”پراسرار رپورٹوں“ کا ایک ”حائل“ ہو گئیں۔ حکومت اس سلسلے میں یہ استدلال دیتی ہے کہ یہاں کے لوگ بنیادی حقوق سے محروم تھے اور انہیں اپنی شناخت و کارکنی۔ اگر ایسی بات تھی تو آزاد کشمیر کے ساتھ ان کا الحاق کر کے شناخت اور حقوق کی محرومی کا مسئلہ حل کیا جاسکتا تھا۔ پھر کس کے بھروسے پر اس علاقے کو 1948ء سے لے کر اب تک بے یار و مددگار چھوڑا گیا تاکہ ایک ”بے جغرافیہ“ عالمی دولت مند ”آغا خانی“ اقلیت یہاں پر بھرپور سرمایہ کاری کر سکے۔ وہ ہسپتالوں، تعلیمی اداروں اور روزگار کے دیگر مواقع فراہم کرنے والے اداروں کا جال بچھا سکے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شروع دن سے برطانوی سول سروس کی تربیت یافتہ اسلام آباد میں بیٹھی بیوروکریسی نے شمالی علاقہ جات کے نام پر اس ”منجائش“ کی جگہ پہلے سے ہی نکال رکھی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان علاقوں کو جان بوجھ کر محروم رکھا گیا تاکہ یہ آنے والے ”میچا“ کے منتظر رہیں۔

مقبوضہ کشمیر کی قیادت نے اپنے تحفظات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے کہ پاکستانی حکومت نے اس فیصلے سے پہلے انہیں اعتماد میں نہیں لیا۔ اب انہیں کون بتائے کہ یہ ”استعماری فیصلہ“ تو بھرانوں میں گھسی پٹی پاکستانی قوم اور ”مہم“ پارلیمنٹ کو بھی بغیر اعتماد میں لیے کیا گیا ہے؟ پھر مقبوضہ کشمیر کی قیادت کو کون گھاس ڈالے؟ انہیں کون بتائے کہ یہ وہی منصوبہ ہے جو عالمی صہونیت کے چہیتے پرویز مشرف نے کشمیر کو پانچ اکائیوں میں تقسیم کرنے کی شکل پیش کیا تھا۔ پیپلز پارٹی کے نام پر موجود ”حکمران سینڈ کیٹ“ اسی منصوبے کی جانب رواں دواں ہے تاکہ جیسے جنوب مشرقی ایشیا میں انڈونیشیا کو کات کر مشرقی تیمور کی عیسائی ریاست قائم کی گئی اسی طرح یہاں ”آزاد آغا خانی ریاست“ کا جواز پیدا کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں پاکستان وزارت خارجہ نے انہیں یقین دہانی کرتی تھی کہ صدر کی جانب سے حکم نامے پر دستخط سے پہلے کشمیری قیادت کے تحفظات دور کیے جائیں گے۔ اس پر حکومت پاکستان نے آزاد کشمیر کے صدر

وزیر اعظم نین، وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار یعقوب، اپوزیشن کے رہنما سردار عتیق خان، سابق وزیر اعظم سردار سکندر، کابینہ کا نفرین کے رہنما اور دیگر قائدین بھی شامل تھے۔ لیکن حقیقی بات یہ ہے کہ کشمیر کے معاملے میں جو کام سرکار نے سرکام تھا وہ موجودہ پیپلز پارٹی نے کر دیا ہے۔

کالی علاقہ جات کی "عائلیہ ریت" کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صوبائی ساہوکاری نظام ورلڈ بینک کے ملازم "معین قریشی" کو جب پاکستان میں وزیر اعظم بنا کر بھیجا گیا تھا تو اس وقت اس کے ذریعے اسی قسم کا تجربہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن "بیدار حلقوں" نے اسے باور کرایا کہ نہ تو قوم ابھی سوئی ہوئی ہے اور نہ اس کی توجہ کے ضامن ادارے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یہاں "ذمہ داری" پیپلز پارٹی کی حکومت پر ڈال کر واپس امریکہ چلا گیا۔ اس کے بعد یہ منصوبہ مشرف دور میں مختلف انداز میں بروئے کار لانے کی کوشش کی گئی لیکن اس وقت بھی یہ عمل ناکام رہا۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ حکومت میں اس منصوبے کو اچانک صرف کابینہ میں منظور کرنے کی بجائے قلمی طور پر ہی منظور کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ کشمیر کی قیادت کو یہ پیغام مل چکا ہے کہ موجودہ حکومت قدر کشمیر کے مسئلے سے غفلت ہے۔ اس سلسلے میں ہم پہلے بھی سوات آپریشن شروع ہونے سے قبل اس قسم کے خدشات کا اظہار کر چکے ہیں کہ پاکستانی طالبان کے نام پر جس انداز میں ان کی صفوں میں دشمن ملکوں کے ایجنٹ اور سپاہی آپریشن کے نام پر گہروں کے ساتھ گھن بھا پھا۔ اسی طرح مستقبل میں شمالی علاقہ جات میں قائم "آغا خانی ریاست" کے راستے میں حائل ممکنہ مزاحمت کو پہلے ہی ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہم اسرار سے بھرپور اسماعیلیوں کی تاریخ کی جانب رجوع نہیں کریں گے کیونکہ اس وقت اس کا موقع مل نہیں۔ افغانستان کے خاتمے کے بعد یہ لوگ پہلے افغانستان چلے گئے تھے۔ وہاں سے 1944ء میں یہ افغانستان سے واپس آئے۔ 1877ء میں انڈیا میں برطانوی راج نے انہیں 1857ء کی جنگ آزادی اور اس کے بعد قائم رہنے والے برطانوی راج کے خلاف مسلم عوامی حلقوں میں نفرت کم کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اسی دوران انہیں "پرنس گن سیوت" کی اجازت بھی دی گئی۔ حالانکہ یہ اعزاز دیگر والیان ریاست سے واپس لیا جاسکا تھا۔ 1887ء میں ملک برطانیہ "ایلیزبت تھانی" نے آغا خان کو "ہربائی نس" کا خطاب دیا۔ اس وقت یہ دنیا کی سب سے بڑی "اقلیت" تصور کی جاتی ہے۔ آغا خان ڈیولپمنٹ بینک ورک نے جسے دنیا کا سب سے بڑا "ایکونامک ڈیولپمنٹ بینک" کہا جاتا ہے صرف افغانستان میں 400 ملین ڈالر کی سرمایہ کاری کر رکھی ہے جبکہ پاکستان کے شمالی علاقہ جات اور دیگر حصوں میں آغا خانیوں کے ترقیاتی کاموں کی تفصیلات ذرائع ابلاغ کے

ذریعے آتی رہتی ہے۔ آغا خانی موجودہ دنیا کی اقتصادی کارٹیل یا اشرافیہ کا اہم حصہ ہیں۔ جس کے مفادات کے تناظر میں عالمی سطح پر سیاسی نرم گرم دیکھنے کو ملتا ہے۔ ایک یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ آغا خانیوں کو انگریزوں نے برٹش انڈیا میں ہی آزاد ریاست دینے کا وعدہ کر رکھا تھا لیکن جنگ عظیم دوم کی تباہ کاریوں اور اس کے بعد مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے قیام کے کام سے ہی انہیں فرصت نہ مل سکی، لہذا آغا خانی اقلیت کو ہندوستان میں خاصے پریشان کن حالات کا سامنا رہا۔

1946ء میں بمبئی میں ہونے والی آغا خان کی ڈائمنڈ جوبلی ایک تاریخ ساز واقعہ تھا جس میں دنیا بھر سے آنے والے اسماعیلیوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔ اس زمانے میں اس وقت کے لحاظ سے 6 لاکھ 40 ہزار برطانوی پاؤ لاکھ کے ہیروں سے آغا خان کو تو لا گیا تھا۔ موجودہ زمانے میں یہ خطیر رقم کئی بلین ڈالر سے بھی تجاوز کر جاتی ہے۔ بعد میں نئی بھارتی حکومت نے ان افراد کے بارے میں چھان بین شروع کر دی جنہوں نے اس ڈائمنڈ جوبلی میں ہیروں کی شکل میں بھاری نذرانے پیش کیے تھے۔ نئی بھارتی حکومت کو سرمائے کی ضرورت تھی اس لیے ان افراد سے حکومت نے بھاری ٹیکس وصول کیے جس کی وجہ سے بہت سے اسماعیلی دیوالیہ ہو کر پہلے ڈھاکہ پھر چٹاگانگ اور اس کے بعد جنوبی افریقہ منتقل ہو گئے تھے۔ ان کے مذہبی پیشوا آغا خان نے یورپ میں ہی رہائش کو ترجیح دی۔ لیکن ایک مخصوص جغرافیہ کی تمنا انہیں پاکستان کی جانب دیکھنے پر مجبور کرتی رہی، پاکستان کے فائینسٹار ہوٹلوں میں انہیں اجارہ داری جبکہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں بھی انہیں کسی حد تک کامیابی حاصل ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے شمالی علاقہ جات کو نئے ٹیکے کے نام پر جس "بندوبستی انداز" میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے وہ وقت کے ساتھ ساتھ اپنی پہلے سے طے شدہ شکلیں تبدیل کرے گا اور خدا نخواستہ معاملہ وہیں پر جائے گا جس کے حوالے سے خدشات کا اظہار کیا گیا ہے۔ ایم کیو ایم نے سب سے پہلے اس حکومتی فیصلے کی تعریف کی ہے۔ اس سلسلے میں اپوزیشن جماعتوں کو مثبت کردار ادا کرتے ہوئے حکومت سے اس جلد بازی کی وجہ پوچھنی چاہیے اور پارلیمنٹ میں اس مسئلے کو بحث کے بغیر کابینہ میں منظور کرانے پر احتجاج ریکارڈ کرا کر اسے کشمیر کے ساتھ منسلک کرنے کا مطالبہ کرنا چاہیے۔

لندن اس وقت پاکستان کے لیے شیطانیٹ کا گڑھ بن چکا ہے اور ممکن ہے وہاں اس منصوبے کو کامیاب بنائے۔ پاکستانی تو کمزیر ہجراتوں میں دھکیلنے کی کوشش کی جائے۔ آئے، چینی، بنگالی اور تیل کے بعد ابھی موجودہ حکومت کی نظر اس ترس میں گیس کا بھی تیر موجود ہے جسے دبہ کر بعد ہانے کی "نوید" ہے۔ وزیر ا

موجودہ زرداری انتظامیہ کے ترکش میں گیس کا بھی تیر موجود ہے جسے دیکھ کر بعد چلانے کی "نوید" ہے۔ وزیراعظم کی "باخبری" کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی تاک تھے اسلام آباد میں موجود مغربی نجی سیکورٹی ایجنسیاں اپنا کھیل کھیل رہی ہیں اور ان کا فرمانا ہے کہ پاکستان میں بلیک وائٹ نائی کوئی تنظیم نہیں جبکہ سابق سیکورٹی اہلکار جبرائے قاتل بریگیڈیئر (ر) محمود شاہ کا کہنا ہے کہ "بلیک وائٹ" اور "ڈائٹا کوز" کو ملک سے نہ نکالا گیا تو نقصان کا۔ ان بیانات کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے کہ جس ملک کا وزیراعظم اس قدر "باخبر" ہو اس قوم کو اچھے مستقبل کی توقع کرنی چاہیے۔

شکریہ: ہفت روزہ ندائے ملت 16.10.2009ء



گذشتہ شمارے کے جوابات

- حدث اعظم حضرت مولانا سردار احمد قادری علیہ الرحمۃ نے مرزائیت / قادیانیت کی تردید میں مرزا کا "مورث" لفظ وفات کی تحقیق "رو قادیانی" امام مہدی کی آمد کی بشارت اور حیات مسیح علیہ السلام نامی کتاب میں فرمائی۔
- صور پاکستان علامہ محمد اقبال کا مرزائیت / قادیانیت کے متعلق فرمان تھا کہ میرے نزدیک قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے لیکن مؤخر الذکر اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح کو مہلک ہے۔
- الحق کی دفعہ 295 سی میں نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں تحریری، تقریری یا کسی بھی انداز میں کلمہ "اللہ" کے لے کی سزا موت مقرر کی گئی ہے۔

درست جواب دینے والے خوش نصیب

اکرم انوان، نوال، مصطفیٰ لاہور، رفاقت عطاری، شیخ پورہ، احمد ایف سی لاہور، انوان پولی ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ لاہور

اہلسنت وجماعت کو رافضیت میں دھکیلنے کی مذموم کوشش

ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی، بہترین مفتی، محقق، مصنف، مبلغ، مناظر، مدرس، خطیب، ادیب اور شاعر ہیں۔ جنہ سید جلال الدین شاہ شہیدی اور علامہ شاہ احمد نورانی کے تربیت یافتہ اور بھکھی شریف اور جامعات بغداد شیب کے فاضل ہیں۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے "عربی ادب میں فقہ حنفی کے خطوط" نامی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی حاصل کی۔ انٹر صاحب علمی و جسمانی طور پر قدآور شخصیت کے مالک ہیں۔ جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام لاہور کے مہتمم و شیخ الحدیث اور ادارہ "صراط مستقیم" کے ڈائریکٹر ہیں۔ ریڈ قادیانیت پر آپ کا کتابچہ "ظہور امام مہدی مع رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قادیانی" ٹھوس دلائل سے مزین ہے۔ ہر ماہ آپ کے پرمغز علمی خطبات "صراط مستقیم" نامی ویب سائٹ پر اپ لوڈ کیے جاتے ہیں۔

لا بعرفوا حورہ بالند من اللہ علیہم بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعمہ دہشلی و نعم علی رسولہ (الکریم) صا بعد

بذوالجلال نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرما کر رشد و ہدایت کا جو سلسلہ شروع کیا اس کے اولین فیض یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں خلفاء راشدین سب سے افضل ہیں اور خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں آپس میں افضلیت کی وہی ترتیب ہے جو کہ خلافت کی ترتیب ہے۔ شہر خدا خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات کے لحاظ سے اہلسنت وجماعت پر ہیں جبکہ دوفرتے افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں۔ ایک طرف ایسا بغض کہ جو شان اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی اس کا انکار اور دوسری طرف ایسا غلو کہ جو شان اللہ تعالیٰ نے انہیں نہیں دی اس کے اثبات کی بھی ضد۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگوں کے یوں افراط و تفریط کی خبر رسول اللہ ﷺ پہلے ہی دے چکے

تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ﴿فَبِكَ مَثَلِ مَنْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ الْيَهُودِي حَتَّى يَهْتَوُوا أَمَّهُ وَأَحْبَبَهُ النَّصَارَى حَتَّى أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِي لَيْسَتْ لَهُ لَمْ قَالَ يَهْلِكُ فِي رَجُلَانِ مُجِبٌ مُفْرَطٌ يَقِرُّ لَنِي بِمَا لَيْسَ لِي وَ مُنْغَضٌ يَحْمَلُهُ شَتَائِي عَلَى أَنْ يَهْتَبِي بِهِ اِتْرَجِمَ: ”تمہاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک مشابہت ہے۔ یہودیوں نے ان سے دشمنی کی یہاں تک کہ ان کی والدہ حضرت مریم پر تہمت لگا دی۔ عیسائیوں نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ ان کا وہ مقام بیان کیا جو ان کا نہیں تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بارے میں دو بندے ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک میری محبت میں غلو کرنے والا جو میری اس وصف سے تعریف کرے گا جو مجھ میں نہیں ہے۔ دوسرا میرا دشمن کہ اسے میری عداوت اس بات پر ابھارے گی کہ وہ مجھ پر بہتان باندھے۔“

اس سلسلے کا آغاز اس وقت ہو گیا جب عبد اللہ بن سبا یہودی نے اسلام کی چادر اوڑھی اور پھر فتنہ برپا کیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا انکار کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بلا فصل ہونے کا اعلان کیا۔ مشہور رافضی کتاب رجال کشی میں وضاحت سے لکھا گیا ہے ﴿وَذَكَرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَبَا كَانَ يَهُودِيًّا فَاسْلَمَ وَالْيَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَكَانَ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى يَهُودِيَّتِهِ فِي يَوْشَعَ بْنِ نُونٍ وَصِيَّ مُوسَى بِالْعُلُوِّ، فَقَالَ فِي إِسْلَامِهِ بَعْدَ وَفَاتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي عَلَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَثَلِ ذَلِكَ وَكَانَ أَوَّلُ مَنْ شَهَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ إِمَامِيَّةِ عَلَى رضی اللہ عنہ ترجمہ: ”بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے عبد اللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ کیا۔ وہ جب یہودی تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے بارے میں غلو کرتا تھا۔ جب اس نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ کے ظاہری دنیا سے پردے کے بعد اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسی طرح کا غلو کیا۔ وہ پہلا بندہ تھا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے تعین کا قول کیا۔“

امام محمد بن عبد اللہ رحمہ اللہ نے بھی اسی بات کو لکھا ہے کہ ﴿هُوَ أَوَّلُ مَنْ أَظْهَرَ الْقَوْلَ بِالنِّصْبِ بِعَدَمِهِ عَلَى وَصِيِّ اللَّهِ تَعَالَى عَدَمَهُ مِنْهُ انْشَعَبَتْ أَصْنَافُ الْغُلَاةِ﴾ ترجمہ: ”وہ پہلا انسان ہے

اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت (خلافت) منصوص ہونے کا اعلان کیا۔ اس سے آگے کئی غالی وہ پیدا ہوئے۔“

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات کے لحاظ سے اطراف و تقریب کے فکار رافضی اور خارجی گروہ پیدا ہو گئے۔ تفصیلی فرقہ رافضیت کا آغاز ایک ایسی انہونی بات تھی کہ امام ابو نعیم نے عظیم تابعی علی لم الجزیرہ حضرت میمون بن مہران کا فیصلہ اپنی سند سے حضرت فرات بن سائب سے یوں روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں ﴿سَالَتْ مَيْمُونُ بْنُ مِهْرَانَ، فَلَتْ عَلَى الْفَضْلِ عِنْدَكَ أُمُّ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ؟ قَالَ فَارْتَدَّ حَتَّى سَقَطَتْ عَصَاهُ مِنْ يَدِهِ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ ابْنِي أَلَى زَمَانٍ يَعْدِلُ بِهِمَا، ذَرَّهَمَا كَانَا رَأْسِي الْإِسْلَامَ وَرَأْسِي الْجَمَاعَةَ، لَقُلْتُ لَأَبُو بَكْرٍ كَانَ أَوَّلَ إِسْلَامِ أُمِّ عَلِيٍّ قَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ آمَنَ أَبُو بَكْرٍ بِالنَّبِيِّ ﷺ زَمَنَ بِحِيرِ الرَّاهِبِ حُسَيْنٍ مَرَّ بِهِ﴾ ترجمہ: ”میں نے حضرت میمون بن مہران سے سوال کیا کہ تمہارے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت ابوبکر حضرت عمر رضی اللہ عنہما؟ آپ پر کچھ طاری ہو گئی یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ سے آپ کا عصا گر گیا۔ پھر آپ نے کہا میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں گا جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو ٹھہرایا جائے۔ ان دونوں حضرات کا معاملہ بس یہیں رہے وہ وہ دونوں اسلام اور جماعت کے سالار تھے۔ میں نے کہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ انہوں نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو اس وقت رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے تھے جب رسول اللہ ﷺ کا گزر رہبر و راہب کے پاس سے ہوا۔“

تفصیلی فرقہ رافضیت کی پرائمری حالت ہے۔ لیکن یہ گروہ افراد اہلسنت کو اغواء کر کے رافضی کیمپ میں پہنچانے کے لحاظ سے اہلسنت کیلئے رافضیت سے زیادہ خطرناک ہے۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور خصائص اہلسنت کے نزدیک ثابت شدہ ہیں آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پر اہلسنت کا ایمان ہے مگر ولایت سے جو معنی رافضی مراد لیتے ہیں وہ درست نہیں ہے اور ان کی بات اور خلافت میں وہ ناقابل ہے جو آنی کیا جا رہا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا معنی یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے محبوب و دو گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نہایت مقرب ہیں۔ ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مسلمان کا شعار ہے لیکن محبت ولایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دعوت ہے۔ حضرت جعفر بن محمد عن ابیہ، قال: جاء رجل إلى أبي فغلبني عن أبي بكر، قال: عن الصديق تسأل؟ قال: وتُسبِّبه الصديق؟ قال: فكذلك أمك، قد سمعنا صديقاً من عو حمر مني، رسول الله ﷺ والنُّسُبا جزون والافسار، فمن لم يُسبِّه صديقاً فلا صدق الله قوله، اذهب لاجب ابابكر وعمرو، وتولهما، فما كان من امر فقي غنقى بترجمہ: حضرت امام غفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ایک آدمی میرے والد محترم حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس نے کہا مجھے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں بتاؤ، آپ نے فرمایا تم صدیق کے بارے میں سوال کر رہے ہو؟ مسائل نے کہا کیا آپ بھی انہیں صدیق کہتے ہیں؟ تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کہا تجھے تمہاری ماں روئے انہیں اس ذات نے صدیق کہا جو مجھ سے افضل ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین و انصار (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے۔ جو انہیں صدیق نہیں کہتا اللہ تعالیٰ اس کی کسی بات کی تصدیق نہ کرے۔ جاؤ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرو اور ان کی ذمہ داریاں اٹھائیں۔ اگر تجھے پر کوئی بوجھ آیا تو میری گردن میں ہے۔“

امت مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ بلا فصل ہیں جبکہ روافض اس خلافت کے منکر ہیں اور ان کے نزدیک حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی کتاب ”السيف الجلي على منكر ولاية علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہ“ حقیقت کے بالکل متنی ہے۔ یہ کتاب اہلسنت کے اجمالی موقف کیلئے کئی وجوہ سے نقصان دہ ہے اور اس میں رافضی موقف کو کئی وجوہ سے تقویت پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً

① پروفیسر صاحب نے کہا ”سلطنت شہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے خلیفہ بلا فصل یعنی براہ راست آپ سے۔“ ولایت میں جو اہل حق و عدل حضور نبی اکرم ﷺ کے بلا فصل یعنی براہ راست

تاجب ہوئے۔“

پروفیسر صاحب نے اس عبارت میں اہلسنت کا موقف کمزور کرنے کی کوشش کی کیونکہ اہلسنت وجماعت تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مطلقاً خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں، صرف سلطنت میں خلیفہ نہیں مانتے۔ پروفیسر صاحب نے رافضی موقف کو ثابت کر دیا کیونکہ ولایت بلا فصل ہی ان کے نزدیک خلافت بلا فصل ہے۔ بیہم بھی الفاظ یعنی ولایت بلا فصل ہی پروفیسر صاحب نے لکھ دیے ہیں۔ جس طرح کہ رافضی مجتہد ابو الحسن اربلی نے اپنی کتاب کشف الغمہ میں خلافت علی رضی اللہ عنہ کی فصل میں واضح لکھا ہے۔ السیف الجلی میں اس رافضی موقف کو ہو بہو تسلیم کر لیا گیا ہے بلکہ پروفیسر صاحب نے خود صفحہ ۸ پر اسی ولایت کو امامت بھی کہا۔ اس وجہ سے رافضی بغلیں بجانے لگے ہیں کہ اہلسنت کی طرف منسوب ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت بلا فصل ثابت کر دی جو ہمارا شیعوں کا عقیدہ تھا۔

② خلافت پر ولایت کی کئی وجوہ سے برتری بیان کر کے خلافت کو ذی گریڈ (کم حیثیت) کیا ہے:

- انہوں نے کہا، خلافت عوام کا چناؤ ہے اور ولایت اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔
- خلافت زمینی نظام کے سنوارنے کے لیے ہے اور ولایت اسے آسمانی حسن سے نکھارنے کیلئے قائم ہوتی ہے۔
- خلافت افراد کو عادل بناتی ہے اور ولایت افراد کو کامل بناتی ہے۔
- خلافت کا دائرہ فرش تک ہے اور ولایت کا دائرہ عرش تک ہے۔

③ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو سیاسی کہا اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو روحانی کہا۔ آج کا لفظ ”سیاسی“ اگر کرپشن وغیرہ کی آلودگیوں سے بچا بھی لیا جائے تو پھر بھی لوگ اسے دنیا داری کے مفہوم میں ضرور سمجھتے ہیں۔ جب سیاسی کے مقابلے روحانی خلافت کا ذکر کر دیا گیا تو یہ باور کرایا گیا ہے کہ یہ محض دنیا داری ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ﴿كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تُسَوِّسُهُمْ الْأَنْبِيَاءُ﴾ ترجمہ: ”بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی سیاست کرتے تھے۔“

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سیاسی خلافت روایت کے بغیر کیسے ہو سکتی ہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے مضل پر کھڑا کر کے یہ واضح کر دیا کہ اجمالی اور روحانی خلافت ہے۔ جس پر دوسری خلافت خود بخود معلوم ہو جائے گی۔

④ خلافت کی ظاہری اور باطنی تقسیم کر کے اور باطنی خلافت کی ظاہری خلافت پر ترجیح بیان کر کے انہوں نے لکھا ہے کہ ظاہری خلافت عوام کے چناؤ سے ہے اور باطنی خلافت اللہ تعالیٰ کے چناؤ سے ہے۔

ان وجوہ فضیلت اور ان امور سے یہ بات ثابت ہے کہ پروفیسر صاحب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر محض فضیلت ہی بیان کرنے کی جگہ کی مقامات پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی واضح توہین بھی کی ہے اور اپنی طرف سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ 'حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے افضل ہے تو وہ خود بھی افضل ہوئے۔ جبکہ یہ جمہور اہلسنت کی واضح مخالفت اور رافضیت کی مکمل حمایت ہے۔

یہ نظریہ بالکل غلط ہے کیونکہ پروفیسر صاحب کے بقول جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس متصل خلافت (ولایت) تھی اور وہ سیاسی خلافت سے بڑی بھی تھی تو پھر انہیں چوتھے نمبر کی اور سیاسی خلافت قبول کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بلکہ آپ نے صرف (خلافت) قبول ہی نہیں کی بلکہ یہاں تک فرمایا، جو روافض کی کتابوں میں موجود ہے: ﴿مَنْ لَمْ يَقُولْ لِي رَأَيْتُ الْخُلَفَاءَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ﴾ ۹ ترجمہ: جو مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

کس بنیاد پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو محض سیاسی قرار دے کر روحانی خلافت کا انکار کیا جا رہا ہے؟ جبکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ﴿سَابِقُ نَبِيِّ الْأَوَّلَةِ وَزَيْرَاتٍ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ وَزَيْرَاتٍ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَمَّا وَزَيْرَاتُ مَنْ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَأَمَّا وَزَيْرَاتُ مَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ﴾ ۱۰ ترجمہ: "ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ پس میرے آسمان والوں میں وزیر حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام ہیں اور میرے زمین والوں میں وزیر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔"

اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

کیا پروفیسر صاحب حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھی سیاسی وزیر کہیں گے یا پہلی امتوں میں ہر نبی کے جو وزیر تھے وہ محض سیاسی ہی تھے؟ تاریکین! اصل مسئلہ کی کچھ وضاحت کیلئے بندہ آپ کو قرآن و سنت کے مختصر دلائل کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

قرآن و سنت سے دلائل کا خلاصہ:

امام اہلسنت حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس موضوع پر کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ان میں سے عربی زبان میں اہم کتاب الزلال الانقی من بحر سبقة الانقی (سب سے بڑے تقویٰ والے کی سبقت کے دریا کا پاکیزہ ترین پانی) ہے جو ترتیب کے لحاظ سے آپ کی چند روئیں تصنیف ہے۔ آپ نے افضلیت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آیات و احادیث اقوال ائمہ مجتہدین، ائمہ مفسرین اور ائمہ محدثین سے ثابت کیا ہے نیز صرف و نحو، بلاغت اور منطق و فلسفہ کو بھی اچھی طرح استعمال کیا ہے۔

ایک جھلک ملاحظہ ہو: فرمان الہی ہے ﴿وَسَيُخَلِّفُهَا الْأَنْقِيُّ﴾ ۱۱ ترجمہ: "اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔"

اس بات پر آپ نے اجماع نقل کیا ہے کہ الانقی سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر دلائل قاہرہ سے ثابت کیا انقی یہاں انقی صفت مشبہ کے معنی میں نہیں بلکہ اسم تفصیل کے معنی میں استعمال ہے۔ یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صرف پرہیزگار نہیں امت میں سب سے پرہیزگار کہا گیا ہے۔ ﴿وَإِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتِّدَاعُكُمْ بِالْحَقِّ﴾ ۱۲ ترجمہ: "بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو حق میں زیادہ پرہیزگار ہے۔" پھر امام احمد رضا فرماتے ہیں ﴿وَإِذَا كُنْتَ هَذَا فَتَقُولُ وَصَفَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ تَعَالَى الصِّدِّيقَ بِأَنَّهُ أَنْقِيٌّ وَوَصَفَ الْأَنْقِيَّ بِأَنَّهُ أَكْرَمُ الْمُتَّقِينَ﴾ ۱۳ ترجمہ: "الصدیق اکرم عند اللہ تعالیٰ الآفضل والآکرم والآرفع درجۃ والأعلى مكانۃ الخلفاء معنونة علی معنی واحد فکت الفضل المطلق المطلق للصديق ۱۴ ترجمہ: "جب یہ بات ہو گئی (الانقی سے مراد اجماع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں) تو ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصف بیان فرمایا کہ وہ انفسی ہیں اور انفسی کا وصف بتایا کہ وہ اکرم ہے۔ ان دو مقدموں نے نتیجہ دیا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کے نزدیک اکرم (سب سے افضل) ہیں، افضل و اکرم ہونا درجہ کے لحاظ سے ارفع و اعلیٰ ہونا یہ سب الفاظ ایک ہی معنی پر صادق آتے ہیں لہذا افضل مطلق علی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلات کی طرف سے یہاں منطقی تکتہ نظر سے شکل اول کے لحاظ سے اعتراض کے جوابات دیے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل ثابت کرنے کے بعد امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سب سے بڑھ کر عارف باللہ اور سب سے بڑا ولی بھی ثابت کیا ہے۔

آپ نے دو آیات اور دو احادیث سے استدلال کیا ہے کہ جب معرفت کا تعلق دل سے ہے اور تقویٰ کا عمل بھی دل ہے تو جس قدر تقویٰ زیادہ ہوگا اس قدر معرفت الہی بھی زیادہ ہوگی۔

① ﴿وَأُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ﴾ ۱۴ ترجمہ: ”وہ جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے۔“

② ﴿وَمَنْ يَعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ ۱۵ ترجمہ: ”اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے۔“

③ ﴿قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْوَىٰ هُنَا التَّقْوَىٰ هُنَا بِشِيرِ إِلَى صِدْرِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾ حضرت داتا گنج بخش بھوپری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”مفہوم اصلی و فرعی است اصلش انتظام دل است از اغیار و فرعی غلوت دل است از دنیا فخر ارواں ہر دو صفت صدیق اکبر ست ابو بکر بن ابی قافہ رضی اللہ عنہما از آنچہ نام اہل ایں طریقت ادبود۔“ ۱۶ ترجمہ: ”مفہوم ایک اصل ہے اور ایک فرع ہے۔ اصل مفہوم اغیار سے دل کا انتظام اور صفا کی فرع خداوندی سے دل کا خالی ہونا ہے۔ یہ دونوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھیں۔ اس لیے طریقت والوں کے امام آپ تھے۔“

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت سے پروفیسر صاحب نے اپنے خود ساختہ نظریے کی

جو جماعت کا ارادہ کیا ہے وہ بھی بے مراد ہے کیونکہ پروفیسر صاحب کا اس تمام بحث سے مقصود حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت ثابت کرنا ہے جبکہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ﴿وَقَدْ أَجْمَعَ مَنْ بَعَثَهُ بِهِ مِنَ الْأُمَمِ عَلَى أَنَّ أَفْضَلَ الْأُمَمِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا﴾ ترجمہ: ”امت کے قابل ذکر لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے اس امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔“ ۱۷

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ”مقدمہ منقہ“ میں جو ارشاد فرمایا ہے لکھا ہے انہوں نے پہلے ہی سے پروفیسر صاحب کے نظریے کا رد لکھ دیا ہے، لکھتے ہیں: ﴿وَالصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مَعَ الْمُنَاسِبَةِ النَّاقِلَةِ يَكُونُ مُحَرِّمًا وَلَا يَكُونُ مُسْتَفِيدًا مِنْ كَمَالَاتِهِ كَيْفَ وَقَدْ رَوَى أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا صَبَّ اللَّهُ شَيْئًا فِي صَدْرِي إِلَّا وَقَدْ صَبَعَهُ فِي صَدْرِ أَبِي بَكْرٍ وَكُلَّمَا كَانَتْ الْمُنَاسِبَةُ أَكْثَرَ كَانَتْ فَوَائِدُ لُصْحَةِ أَوْفَرٍ وَلِهَذَا صَارَ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَفْضَلَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَلَمْ يَلِدْرِكْ أَحَدٌ مِنْهُمْ دَرَجَةً لِأَنَّهُ كَانَ أَكْثَرَهُمْ مُنَاسَبَةً عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَا أَفْضَلَ أَبُو بَكْرٍ بِكثرة الصَّلَاةِ وَلَا بِكثرة الصوم وَلَكِنْ بِشَيْءٍ قَرَّ فِي قَلْبِهِ﴾ ۱۸ ترجمہ: ”پس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکمل مناسبت ہونے کے باوجود کیسے محروم ہو سکتے ہیں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات سے مستفید نہ ہوں حالانکہ روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو بھی میرے سینے میں ڈالا میں نے وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینے میں ڈال دیا ہے۔ جس قدر کسی کی مناسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہوگی اسی قدر فوائد صحبت بھی زیادہ ہوں گے۔ چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبت تمام صحابہ سے بڑھ کر تھی چنانچہ آپ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے افضل ہوئے اور کوئی بھی آپ کے درجے کو نہ پاسکا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز روزے کی کثرت کی وجہ سے آگے نہیں

لکھ بلکہ ایک شے (محبت و مناسبت) کی وجہ سے آگے نکلے ہیں، جو آپ کے دل میں کی ہو چکی تھی۔“

اہلسنت کی روشن تاریخ میں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہر ایک ہی کو شریعت و طریقت، سیاست و ولایت اور ظاہر و باطن کے فضائل و محاسن کے لحاظ سے کامل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ محمد و دین و ملت حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمین اور ان چار ارکان قصر ملت و چار انہاء ہاغ شریعت کے خصائص و فضائل کچھ ایسے رنگ پر واقع ہیں کہ ان میں سے جس کسی کی فضیلت پر تنہا نظر کیجئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہیں یہی ہیں ان سے بڑھ کر کون ہوگا۔

۔ ہر گھٹے کہ ازیں چار ہاغ می محرم بہار دامن دل کی کشد کہ جا این جا است

ترجمہ: ان چار ہاغوں میں سے جس پھول کو میں دیکھتا ہوں تو بہار میرے دل کے دامن کو کچھنچتی ہے کہ اصل جگہ تو یہی ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں لکھتے ہیں ”حضرات شیخین، صاحبین، صہرین، وزیرین، امیرین، مشیرین، فہمیین، رفیقین سیدنا و مولانا عبد اللہ العتیق ابوبکر صدیق و جناب حق تآب ابو حفص عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان والا سب کی شانوں سے جدا ہے اور ان پر حسب سے زیادہ حمایت خدا اور رسول خدا جل جلالہ و علاہ ہے۔ بعد انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کے جو مرتبہ ان کا خدا کے نزدیک ہے دوسرے کا نہیں۔ رب تبارک و تعالیٰ سے جو قرب و نزدیکی اور بارگاہ عرش اشتہاء رسالت میں جو عزت و سر بلندی ان کا حصہ ہے اور ان کا نصیب نہیں۔ منازل جنت و مواہیب بے منت میں انہیں کے درجات سب پر عالی، فضائل و فوائد و حسنات طیبات میں انہیں کو تقدم و پیشی، ہمارے علماء و آئمہ نے اس میں مستقل تصدیق فرما کر سعادت کو نین و شرفیت دارین حاصل کی ورنہ غیر متناہی کا شمار کس کے اختیار میں۔ واللہ اعلم۔ اگر ہزاروں و فرز ان کے شرح فضائل میں لکھے جائیں یکے از ہزار تحریر میں نہ آئیں۔

۔ و علی ثقتی و اصفیہ بخسبہ یغنی الزمان و فیہ مالم یوصف

ترجمہ: اور اس کے حسن کی تعریف کرنے والوں کی عمدہ بیانی کی بنیاد پر زمانہ غنی ہو گیا اور اس میں ایسی خوبیاں ہیں جنہیں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

مگر کثرت فضائل و شہرت و فاضل چیز سے دیگر اور فضیلت و کرامت امر سے آخر، فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے

جسے چاہے عطا فرمائے مطلق ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء کہ ۱۹

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں واضح لکھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب اولیاء کرام تھے۔ پھر لکھا: ”صحابہ کرام میں سب سے افضل و اکمل و اعلیٰ و اقرب الی اللہ خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اور ان کی افضلیت و ولایت بترتیب خلافت۔ یہ چاروں حضرات سب سے اعلیٰ درجے کے کامل و مکمل ہیں اور دارائے نیابت نبوت میں شیخین (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا پایہ ارفع ہے اور دارائے تکمیل ہونے میں حضرت مولانا علی المرتضیٰ شیخہ خدا مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا۔ واللہ اعلم۔“ مع پھر ایک مقام پر تفصیلاً دلائل ذکر کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں: ”جب ثابت ہو گیا کہ قرب الہی میں شیخین کو مزاہت و تفوق ہے تو ولایت بھی انہیں کی اعلیٰ ہوئی۔“ ۲۱

”حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت میں بھی افضلیت سے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خارج سلاسل طریقت ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خارج سلاسل طریقت ہونا اس کا تعلق عالم ناسوت سے ہے۔ اس سے آپ کی ولایت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضلیت لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلفاء میں سے حضرت امام حسین اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سلاسل جاری ہوئے ہیں، حالانکہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت اور آپ کو جو اللہ تعالیٰ کا قرب میسر آیا وہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بالیقین اتم اور اعلیٰ ہے ایسے ہی ظاہر احادیث سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی فضیلت ثابت ہے۔“ ۲۲

پروفیسر صاحب دین کے مبلغین اور کچھ غالی کارکنان کا رافضیت کی طرف جھکاؤ بلکہ قلمی لگاؤ اور دینی جہاد اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔ یہ لوگ بھولے بھالے سینوں کو جنہیں رافضی کفریات کی وجہ سے رافضی مجالس اور ان کی بارگاہوں سے نفرت تھی رافضی ماحول میں لے جانے کیلئے بل کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ لوگ بد ملا رافضی نظریات کی القاعات میں جان کر رہے ہیں اور خارج جہت کا ڈراوا دے کر لوگوں کو رافضیت کی سمیت چڑھا رہے ہیں حالانکہ ان کی طرف سے کوئی جد اسلام کا ایک مضبوط ارادے کر چکا ہو اور کیا چاہتے

ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رافضیت اور خارجیت ایک ہی کھوٹے سکے کے دو رخ ہیں۔ یہ لوگ عوامی اجتماعات میں رافضیوں کی دلجوئی کے لیے اور اہلسنت کو شرمسار کرنے کیلئے مخصوص طریقے سے اہلسنت پر رافضیت کا تعلق ظاہر کرتے ہیں۔ یہ لوگ ٹوکنے پر یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ ہم ان کی مجالس میں تبلیغ کی خاطر اور حق بیانی کے لیے جاتے ہیں جبکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ کون آج اتنا احمق ہے جو کسی کو خود دعوت دے کہ آ میرے مجمع میں آ کر میرے لوگوں کو میرے مسلک سے اغواء کر کے لے جا؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ صورت حال یہ ہے کہ ایسے خطیبوں سے رافضیوں کی مکمل انڈر سٹینڈنگ (مقاومت) ہے کہ تم ہلکا پھلکا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر بھی کرو تا کہ تم اپنی قوم کے پاس جا کر سچے بن سکو۔

رافضیوں کو صحابہ کے اس قدر ذکر سے نقصان نہیں ہے کیونکہ اس کے عوض میں وہ خطیب عوام اہلسنت کے لیے رافضیت قابل قبول بنا کر پیش کر رہا ہے۔ اس قرآنی ایمانی اختلاف کو چند تشدد و لوگوں کی سوچ قرار دیتے ہوئے اختلافات بھلانے کا اعلان کر رہا ہے۔ اس طرح وہ خطیب اپنی مسجد میں جا کر سچا بھی ہو جائے گا اپنی فیس بھی کھری کرے گا اور بہت سے سنیوں کو اپنی چمک کے عوض رافضیوں کے پاس ہمیشہ کیلئے گر دی بھی رکھ دے گا۔

نتائج سے واضح ہے کہ یہ طریقہ کار سنی کا کیلئے کتنا نقصان دہ ہے۔ ان کے اس طرز عمل سے ایک بھی رافضی سنی نہیں بنا لیکن اس وبا سے اہل سنت کے سرسبز و شاداب گلشن سے کئی پتے پیلے ہوتے جا رہے ہیں جن کے مگر جانے کا خطرہ ہے۔

ہم اہلسنت معاشرے میں امن و آشتی اور اخوت و محبت کے پیامی ہیں ہم اتفاق و اتحاد کے داعی ہیں لیکن ہم سدا اور چور کا اتحاد امانت میں خیانت کے زمرے میں آتا ہے۔ ہم فرقہ واریت کو ہر قاتل سمجھتے ہیں مگر مالی کا اپنے اہل علم و روکوں کے غول پر بے ساختہ چلانا فرقہ واریت نہیں بلکہ احساس ذمہ داری اور فرض منصبی کی ادائیگی ہے۔

﴿وَأَمْرٌ وَّحُودًا﴾ (العنکبوت) ﴿وَالْعَالَمِينَ﴾

﴿حوالہ جات﴾

۱۔ اہل سنت و جماعت، ص 565، حدیث: 6102، مسند امام احمد، ج: ۱، ص: 162

- (۲) ﴿رجال کشی﴾ ج: ۱، ص: 234
- (۳) ﴿الملل والنحل﴾ ج: ۱، ص: 192
- (۴) ﴿حلیۃ الاولیاء﴾ ج: ۴، ص: 75
- (۵) ﴿سیر اعلام النبلاء﴾ ج: 5
- (۶) ﴿السیف الجلی علی منکر ولایت علی رضی اللہ عنہ﴾ ص: 8
- (۷) ﴿کشف الغمہ﴾ ج: ۱، ص: 62
- (۸) ﴿بخاری شریف﴾ حدیث: 3455
- (۹) ﴿مناقب آل ابی طالب﴾ ج: 3، ص: 63
- (۱۰) ﴿جامع ترمذی﴾ حدیث: 3680
- (۱۱) ﴿سورة اللیل﴾ آیت: 17
- (۱۲) ﴿سورة الحجرات﴾ آیت: 13
- (۱۳) ﴿الزلزال الاتقی﴾ ص: 25
- (۱۴) ﴿سورة الحجرات﴾ آیت: 3
- (۱۵) ﴿سورة الحج﴾ آیت: 32
- (۱۶) ﴿کشف المحجوب﴾ آیت: 32
- (۱۷) ﴿حجة الله البالغة﴾ ج: 2، ص: 585
- (۱۸) ﴿المقدمة السنية فی الانتصار للفرقة السنية﴾ ص: 36
- (۱۹) ﴿فتاویٰ رضویہ﴾ ج: 29، ص: 364-365
- (۲۰) ﴿ایضاً﴾ ص: 233-234
- (۲۱) ﴿ایضاً﴾ ص: 374
- (۲۲) ﴿ایضاً﴾ ص: 374-375





ہم سے شش چلیں گے شہر اہلار کے ساتھ
 قافلہ ہو گا رواں قافلہ سالار کے ساتھ
 مدحت خواجہ دیں مدحت سرکار کے ساتھ
 زندگی گزری ہے کیفیت سرشار کے ساتھ
 میں بھی وابستہ ہوں سرکار کے دربار کے ساتھ
 خاک کا ذرہ بھی ہے عالم انوار کے ساتھ
 بخت بیدار ہے یاد ہے مقدر اس کا
 جس نے دیکھا ہے انہیں دیدہ بیدار کے ساتھ
 یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
 کون روتا ہے لپٹ کر درود یار کے ساتھ
 مل ہی جائے گا کوئی خوان کرم کا ٹکڑا
 ہے تعلق جو سگان در سرکار کے ساتھ
 اے خدا دی ہے اگر نعت نبی کی توفیق
 حسن کردار بھی دے لذت گفتار کے ساتھ
 جب کھلے حشر میں گیسوئے شفاعت ان کے
 ہم سے عاصی بھی نظر آئیں گے اہلار کے ساتھ
 میں یہ کہتا ہوں کہ تھا اُن کی نظر کا اعجاز
 لوگ کہتے ہیں کہ میں پہلا ہے تموار کے ساتھ

ایسا ج زحمت ہے جا کے سوا کچھ بھی نہیں
 عشق محکم نہ ہو مگر احمد مختار کے ساتھ
 شہر یثرب کا مسافر نہیں رہ میں تنہا
 کارواں شوق کا ہے طالب دیدار کے ساتھ
 گر مدینے کا تصور ہو تو قلعت کیسی؟
 ربط مضبوط رہے عالم انوار کے ساتھ
 یہ نہ ہوتا تو نہ بچ سکتے تجلی سے کلیم
 نور حضرت کا بھی تھا طور کے انوار کے ساتھ
 ان کے جلوؤں نے کیا کون و مکاں کو روشن
 حسن یوسف کا رہا مصر کے بازار کے ساتھ
 پل سے مجھ سا بھی گنہگار گزر جائے گا
 ہوگی سرکار کی رحمت جو گنہگار کے ساتھ
 رات دن بھیج سلام ان پہ ملائک کی طرح
 پڑھ درود ان پہ غلامان وفادار کے ساتھ
 دیکھ اے معترض نعت رسول عربی
 قرب حساں کو ملا تھا انہی اشعار کے ساتھ
 سب عطائیں ہیں خدا کی میرے مولا کے طفیل
 ورنہ یہ لطف و کرم مجھ سے گنہگار کے ساتھ
 ہم بھی مظہر سے سنیں گے کوئی نعت رنگیں
 گر ملاقات ہوئی شاعر دربار کے ساتھ



فتنہ قادیانیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاک و ہند میں انگریزوں نے بڑی عیاری و مکاری سے اقتدار پر قبضہ جما کر مسلمانوں کو محکوم بنا دیا۔ 1847ء سے لے کر 1947ء تک جس قسم کے کرناک حالات سے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا اور جس قسم کی ستمیاری کی مسلمانوں نے بسر کی اس کی کیا کیفیت تھی یہ کوئی مخفی چیز نہیں۔ اس دوران سب سے بڑی مصیبت جو مسلمانوں کو پہنچی وہ یہ تھی کہ ہمارے ایمان پر ڈاکو ڈالنے اور اس کی بنیاد کو متزلزل کرنے کے لئے فرنگی سامراج نے کئی سازشیں کیں۔ اس نے ہمارے ایمان کی اساس کو کھوکھلا کر کے اس کا خاتمہ کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے علماء و مشائخ ملت ہند و ہندوستان کی ہر سازش کا پردہ چاک کیا۔ ہمارے محسنین نے بروقت اہل اسلام کو آگاہ کیا اور باطل کے ہر فتنے کو مٹا دیا۔ اس میں ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے ایمان کو بچایا۔ ملت کے ان خیر خواہوں کی کاوشوں سے ہمیں اللہ تعالیٰ سے نجات بھی ملی اور ہمارے ایمان بھی محفوظ رہے۔

اس میں ایک بڑا فتنہ ”قادیانیت“ کے نام سے رونما ہوا جس کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی (متوفی 1908ء) تھا۔ 1839ء میں مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور قصبہ قادیان میں پیدا ہوا۔ شروع شروع میں اس نے تبلیغ کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔ یہ وہ دور تھا جس میں مناظروں کا بہت رواج تھا۔ عیسائی مبلغین کی تبلیغ کرتے اور دین اسلام کی تردید کرتے۔ دوسری طرف آریہ سماج کے مبلغ بھی اسلام کے خلاف کام کرتے تھے اور جنگ آزادی 1857ء کے بعد انگریزوں نے ہندوستانی عوام پر حکومت کرنے کے لیے جو سازشیں کیں اس کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ لڑاؤ اور حکومت کرو۔

اس سے بہت پہلے ہے کہ انگریز جب ہندوستان آیا تو اس نے اپنے اقتدار کے حصول اور اس کے طوالت کی خاطر مختلف اوقات میں مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو خریدا جیسے بنگال میں حصول اقتدار کے لیے سوامی بھگات (شیو سلطان) کی جدوجہد کو کام بنانے کے لیے میر صادق کو خریدا۔ مسلمانوں کے عقائد و عقائد کے ذریعہ طاقت کو کمزور کرنے کے لیے اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلی کو بچھا۔

مسلمانان ہند کے دلوں سے انبیاء و الیاء کی عقیدت اور محبت نکالنے کے لیے رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انیسٹروی وغیرہم پر ہاتھ رکھا اور اہل اسلام کے قلوب سے عقیدہ آخرت کو نکالنے اور ان کی زندگی کو بے مقصد ثابت کرنے کے لیے سرسید احمد خان سے کام لیا۔ مسلمانان ہند کے جذبہ جہاد سے جھگ آکر اس کی منسوخی کو ثابت کرنے کے لیے غیر مقلد مولوی محمد حسین بنالوی نام نہاد احمدیہ کو منتخب کیا۔

غرض یہ کہ مسلمانوں کو کلکڑوں، حصوں، جماعتوں میں تقسیم کرنا، ان کے عقائد برباد کرنا، ان کی طاقت ختم کرنا انگریز کا اولین مقصد رہا۔ اس مقصد کے لیے جہاں اس نے دیگر افراد کو منتخب کیا وہیں مرزا غلام قادیانی سے بھی معاہدہ کیا۔ چنانچہ محمد سلطان شاہ لکھتے ہیں: ”1880ء سے قبل مرزا صاحب اور انگریزوں کا معاہدہ ہو چکا تھا اور ان سے حواری نبی کا دعویٰ کرانے کے معاملات طے ہو چکے تھے۔ مرزا دجال نے نبوت تک پہنچنے کے لیے جو سیزھی استعمال کی ﴿مأمور من اللہ﴾ ہونا اس کا پہلا زینہ تھا“۔

مرزا نے اپنی کتاب میں اس کا خود اقرار کیا ہے کہ ”میں انگریز کا خود کاشٹہ پودا ہوں“۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس (انگریزی) گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں“۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس گروہ کو انگریز نے مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کے لیے اور اپنے مفادات حاصل کرنے کے لیے پیدا کیا یہ انگریز کی پیداوار ہے۔

ایسے ماحول میں مرزا نے ایک کتاب دوسرے مذاہب کی تردید میں لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا چنانچہ اس نے 1879ء میں ”براہین احمدیہ“ لکھنا شروع کی۔ اس کتاب کی اشاعت کے ساتھ اس نے ایک اعلان بڑی تعداد میں اردو اور انگریزی میں شائع کر کے سلاطین و وزراء، پادری اور پنڈتوں کے پاس بھیجا جس میں اس نے اپنے ﴿مأمور من اللہ﴾ ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ ﴿مأمور من اللہ﴾ نہیں بلکہ ﴿مأمور من الشیطان﴾ اور ﴿مأمور من الفسردگ﴾ تھا۔ اس کتاب نے ایک طرف دور اندیش علماء کے افہان میں شکوک پیدا کر دیے اور دوسری طرف اس کتاب کو شہرت ملی۔ اس کے اپنے بیٹے مرزا بشیر کا بیان ہے ”براہین کی تصنیف سے پہلے حضرت مسیح موعود ایک گناہی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ دراصل براہین احمدیہ کے اشتہار نے ہی سب سے پہلے آپ کو ملک کے سامنے کھڑا کیا اور اس طرح علم دوست اور مذہبی امور سے لگاؤ رکھنے والے طبقہ میں آپ کا انٹروڈکشن (تعارف) ہوا“۔

لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اقتدار بخشا ہے انہوں نے ان (غدارانِ ختم نبوت) سے جنگ کی اور اس فتنے کے خاتمے کے لیے بھرپور کوشش کی۔ خود نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں بھی جن کی طرف سے یہ دعویٰ ہوا ان کو اس ملت میں شمار نہیں کیا گیا بلکہ ان کے خلاف جہاد کا حکم ہوا۔ اسی طرح دورِ حجابہ خصوصاً خلافت راشدہ علیٰ امتیاز حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کو ملاحظہ کیجئے کہ ایسوں کے بارے میں ان کی رائے کیا تھی؟ ان کے خلاف کیا کیا عملی اقدام اٹھائے گئے اور بعد میں رونما ہونے والے ایسے فتنوں کو ناپود کرنے کے لیے حکام اسلامی نے کیا کچھ کیا۔ کوئی دوسروں کو تو یہ الزام دے سکتا ہے کہ انہوں نے ان لوگوں کے خلاف عملی قدم اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے اٹھایا ہو گا مگر حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان پھر ان میں سیدنا صحابہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا تو بہت دور کی بات ہے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ پھر نبی ﷺ کے اقدامات کے بارے میں کیا کہیں گے؟ کیا کوئی مسلمان آپ ﷺ کے بارے میں اپنے دل میں اس کا ادنیٰ سے ادنیٰ خیف سے خیف تر شبہ بھی لاسکتا ہے ہرگز نہیں۔

جب یہ بات ہے تو ماننا پڑے گا کہ اسلام کا اپنے پیروکاروں کو یہی حکم ہے کہ جب بھی کوئی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرے تو اسے اسلام سے خارج سمجھیں، مرتد جانیں اور اہل اقتدار پر فرض ہے کہ انہیں بزدلوں طاقت نیست و نابود کر دیں۔ ہمارے علماء نے یہی کیا ہمارے مشائخ نے وہی کیا جو حکم تھا ہمارے سمجھ دار عوام نے وہی کیا جو ان کے دین کی ہدایات تھیں تو کیا غلط کیا ہرگز نہیں۔ باقی رہا بزدلوں طاقت ان کو صفیہ ہستی سے منادینا تو وہ نہ ہو سکا۔ اس لیے کہ اقتدار ان کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ اس معاملے میں اگر کسی طبقے نے کوتاہی کی یا کر رہا ہے تو وہ ہمارا حکمران طبقہ ہے۔ ان پر جو فرض تھا وہ ان سے ادا نہ ہوا اس کی بھی وجوہات تھیں اور ہیں۔ وقت اور حالات اجازت نہیں دیتے کہ اس مقام پر ان پر کلام ہو۔ یہاں تو صرف بتانا یہ تھا کہ قادیانیوں کو کا فر قرار دینا مسلمان نہ سمجھنا ملت اسلامیہ سے خارج جاننا صرف ان (قادیانیوں، مرزائیوں) کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر جھوٹے مدعی نبوت اور اس کے پیروکاروں کے لیے اسلام کا یہی ازلی وابدی حکم ہے۔ ان کے لیے علماء و مشائخ اسلام کا یہی فیصلہ ہے فقہاء کرام کا یہی فتویٰ ہے اور اہل اسلام کا یہی طرز عمل ہے۔ ہاں! جن کے ایمان ضعیف ہو گئے یا جو لوگ غیر کے ہاتھ تک کر اسلام سے غداری کے مرتکب ہوئے وہ ان جھوٹے مدعیان نبوت اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں ضرور نرم گوشہ رکھتے ہیں۔

مرزا غلام قادیانی خود اپنے اقوال اور فتویٰ کی رو سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس لیے ہم پہلے اس کے دعویٰ نبوت و رسالت کا ذکر کریں گے پھر ایسا دعویٰ کرنے والے کے لیے مرزا کا اپنا فیصلہ اور فتویٰ ذکر کریں گے تاکہ کسی کو حق ماننے اور تسلیم کرنے میں رتی برابر بھی تاثر نہ رہے۔

مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت و رسالت:

- مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ”سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا“۔ ۱۔
- اسی کتاب میں دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ ”خدا تعالیٰ جب تک طاعون دنیا میں رہے گوستر برس رہے قادیان کو اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے“۔ ۲۔
- مرزا قادیانی لکھتا ہے: ”میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا اور اسی نے میرا نام ”نبی“ رکھا ہے“۔ ۳۔
- مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ: ”خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت ﷺ کے اضافہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لیے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا“۔ ۴۔
- اب جب کہ آپ نے پڑھ لیا کہ اس نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا اور صراحتاً اپنے آپ کو نبی و رسول بتایا ہے تو دیکھیے کہ نبوت و رسالت کا دعویٰ کرنے والے کے لیے مرزا قادیانی خود کیا فیصلہ دیتا ہے۔ گویا اپنے بارے میں اس کے اپنے فتویٰ پڑھیے۔
- حضور ﷺ کے بعد نبی ماننے والا شرارتی اور گستاخ ہے:

- مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ”ختم نبوت کا کمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لا ہسی بعدیٰ میں نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکبیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عدا (جان بوجھ کر) چھوڑ دیا جائے اور ”خاتم الانبیاء“ کے بعد ایک نبی کا آئمان لیا جائے اور بعد اس کے جو دعویٰ نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ دعی نبوت کو جاری کر دیا جائے“۔ ۵۔

مرزا قادیانی کے ساتھ امت مسلمہ کا یہ سلوک امتیازی نہیں جیسا کہ آپ نے دیکھا اور اس پر تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی شخص نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو امت مسلمہ نے اس کے ساتھ یہی سلوک کیا کہ اسے کافر جانا۔ وہ

حوالہ جات

- ۱۔ سید محمد سلمان شاہ (مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعوے ص: ۱)
- ۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعوے ص: ۷
- ۳۔ تبلیغ رسالت جلد: ششم ص: ۳۹
- ۴۔ دافع البلاء ص: ۲۳۰
- ۵۔ تہذیب الہدیٰ ص: ۶۸
- ۶۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی حقیقت ص: ۸
- ۷۔ ایام الصالح ص: ۱۵۲



چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
برستا نہیں دیکھ کر ہر رحمت
مدینہ کے خطے خدا تجھ کو رکھے
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
جرا کھائیں تیرے غلاموں سے انجیں
رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
اب آئی شفاعت کی ساعت اب آئی
رضا نفس دشمن ہے دم میں نہ آنا

مرا دل بھی چمکا دے چکانے والے
بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے
کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے
ہیں منکر عجب کھانے غزانے والے
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے
ذرا چین لے میرے گھبرانے والے
کہاں تم نے دیکھے ہیں چند رانے والے



پروفیسر محمد سلیم ملک عزیز پاکستان کے معروف صحافی و دانشور تھے۔ آپ کئی سال روزنامہ نوائے وقت لاہور کے گوشہ خاص "سر رہا ہے" کے مدیر اور جھگ کالج میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اقبالیات موصوف کا خاص عنوان تھا جس کی ایک جھلک پیش نظر مضمون میں عیاں ہے۔ درج ذیل مضمون میں مدعیان نبوت کا شاندار پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے جبکہ قوسین () میں بعض جگہ اہم اضافے ماہنامہ العاقب کی جانب سے کیے گئے ہیں۔

حضرت علامہ اقبال ہمارے ہیرو و مرشد ہیں۔ انہوں نے امت مسلمہ کے بارے میں یہ کہہ کر بات ختم کر دی ہے کہ

دل بہ محبوب مجازی بستہ ایم

زین جہت با یک دگر پیوستہ ایم

امت مسلمہ کو باہم پیوستہ کرنے والا رشتہ ہی حب رسول ﷺ ہے۔ جو شخص اس رشتہ کو کمزور کرنے کی کوشش کرے گا وہ اس امت کا دوست نہیں بلکہ دشمن ہوگا۔ وہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ عالم عربی کی حدود و ثغور بھی حضور ﷺ ہی کی ذات کی وجہ سے ہیں لہذا

محمد ﷺ عربی سے ہے عالم عربی

عرب ممالک پہلے بھی موجود تھے لیکن عالم عرب حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد وجود میں آیا۔ لہذا عالم عرب ہو یا عالم اسلام ہوا اس کی اساس حضور ﷺ کی ذات گرامی قدر ہی ہے۔ گر بہ اوز سیدی تمام بولہی است۔ جو شخص اس بنیاد کو کمزور کرے گا وہ بولہی فرقتے کافر و دشمن ہوگا۔ حضرت علامہ نے پندت جواہر لعل منہر کے نام اپنے خط میں اسی لیے فرمایا تھا کہ احمدی (مرزائی قادیانی) صرف اسلام ہی کے خدا نہیں بلکہ ہندوستان کے بھی خدا ہیں۔ انہوں (قادیانیوں) نے ایسا ہی حکمت (برطانیہ) کی تقویت کے لیے لڑ بچہ تیار کیا جس نے سات سمندر پار

ہندوستان پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔ حضرت علامہ کے نزدیک فرقہ بھائی، قادیانیوں سے جو درجہ زیادہ مخلص اور بہتر ہے کیونکہ بھائی کھلے طور پر اسلام سے بغاوت کا اعلان کرتے ہیں لیکن قادیانی اسلام کے اندر رہ کر اس کی جڑیں کاٹنا چاہتا ہیں۔ ہم ذوالفقار علی بھٹو کے بردست ناقد ہیں لیکن اس کی یہ خدمت کبھی نہیں بھول سکتے کہ اس نے (بحیثیت وزیر اعظم) قادیانیوں کو اسلام سے نارن کر کے غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ یعنی جو کام قادیانیوں کو خواہ کرنا چاہیے تھا وہ حکومت کو کرنا پڑا۔ سوال یہ ہے کہ قادیانی جب نئی نبوت کا اجرا کر کے مسلمانوں سے طعنہ دے رہے ہیں تو وہ ان کے اندر رہتے پر کیوں مصر ہیں۔ اب بھی وہ مردم شناری کے موقع پر اپنے نام مسلمانوں کے طور پر لکھواتے ہیں اور خود کو غیر مسلم ماننے پر تیار نہیں ہیں۔ وہ مسلمانوں کے اندر رہ کر ان کی جڑیں کاٹنا چاہتے ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب ساری دنیا میں وہ غیر مسلم تسلیم کر لئے گئے ہیں۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب قادیانیوں کو ابھی غیر مسلم و کلیئر نہیں کیا گیا تھا کہ ہمارے کالج میں ایک قادیانی پروفیسر ہوا کرتے تھے جن کا نام رحمت علی تھا لیکن "مسلم" تخلص کرنے کے باعث وہ خود کو "رحمت علی مسلم" لکھا کرتے تھے۔ وہ پیریڈ پڑھانے کے لیے جس کلاس میں بھی جاتے طلباء ان کے پیچھے سے پہلے بیک بورڈ پر ان کا نام "رحمت علی غیر مسلم" لکھ دیا کرتے تھے۔ ہم نے اس وقت اندازہ لگا لیا تھا کہ ایک نہ ایک روز قادیانی غیر مسلم قرار پا جائے گا۔ کیونکہ زبان خلق نفاذ خدا ہوتی ہے۔

علامہ اقبال شتم نبوت کو خدا کا بہت بڑا احسان قرار دیتے ہیں کیونکہ اس شتم نبوت کے نظریے نے مسلمانوں کو متحد رکھا ہوا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

لا نیما بعدی ز احسان خدا است
پردہ ناموس دین مصطفیٰ ﷺ است

قوم را سرمایہ ملت ازو
حفظ سر وحدت ملت ازو

یہ صدیوں میں یہی عقیدہ شتم نبوت مسلمانوں کے اتحاد کا ضامن رہا ہے۔ نبوت کے کتنے ہی ادعا کرنے والے ہیں امت مسلمہ نے کبھی انہیں ارحمواختصاص نہیں سمجھا۔ ہمارے نزدیک اگر کوئی مسلمان کسی مدعی نبوت کے شتم میں کوئی ایسا ایسا بیان کرے تو وہ اپنی کمزوری ایمان کا مظاہرہ کرتا

ہے۔ (امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک مدعی نبوت سے اس کے دعویٰ نبوت کے متعلق دلیل طلب کرنا بھی کفر ہے۔) جب حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے تو اب کسی مدعی نبوت سے یہ کہنا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ درست نہیں ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ اس کی سچائی کے امکان کے قائل ہیں۔ جب کوئی نبی آئی نہیں سکتا تو خواہ کوئی مدعی نبوت سورج کو مشرق کی بجائے مغرب سے نکال کر دکھا دے ہم کیسے اس پر ایمان لا سکتے ہیں؟ اس لیے ہم مرزا احمد قادیانی کے دعوے کے رد میں زیادہ بحث و مباحثہ کے قائل نہیں۔ ہمارے نزدیک اس کے جھوٹے ہونے کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ ہمارے حضور ﷺ نے فرما دیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

ہم جنگ کالج میں پڑھایا کرتے تھے۔ ہمارے ایک ساتھی پروفیسر نظام خاں بڑے بذلہ سخا آدمی تھے۔ ایک مرتبہ وہ ایف اے کے امتحان میں ناظم امتحان بن کر تعلیم الاسلام کالج ربوہ (موجودہ چناب نگر) تشریف لے گئے۔ وہاں انہیں چند روز تک قیام کرنا پڑا۔ قادیانی رعب ڈالنے کے لیے اپنے بڑے لوگوں کی مہمانوں سے ملاقات کروایا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز سر ظفر اللہ خاں (قادیانی) جو ان دنوں عالمی عدالت کے جج تھے نظام خاں صاحب سے ملنے آئے۔ انہوں نے خاں صاحب سے ازراہ مروت پوچھا کہ آپ یہاں ہمارے مہمان ہیں آپ کو کوئی تکلیف تو پیش نہیں آئی؟ خاں صاحب نے جواب دیا کہ مجھے یہاں خطرہ ایمان تو محسوس نہیں ہوا لیکن خطرہ جان ضرور محسوس ہو رہا ہے۔ سر ظفر خاں نے حیران ہو کر پوچھا کیوں کسی کی طرف سے آپ کو دھمکی ملی ہے یا کسی طالب علم نے نقل کرنے کے لیے آپ پر دباؤ ڈالا ہے؟ خاں صاحب فرماتے گئے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن یہاں کے پانی سے مجھے "دست شریف" (ہیچس) لگ گئے ہیں۔ سر ظفر اللہ بات کی تہہ کو نہ پہنچ سکے۔ حیران ہو کر کہنے لگے کہ دست شریف؟ چہ معنی؟ خاں صاحب نے جواب دیا کہ جناب! چونکہ (آپ کے لیے) یہ "ہیچس" بیماری ہے لہذا اس ڈر سے کہ کہیں اس کی توہین نہ ہو جائے یا آپ کے جذبات کو شخص نہ پہنچے میں نے "دست شریف" کہہ کر عزت سے اس کا نام لیا ہے۔ (یاد رہے! قادیانی دجال مرزا غلام قادیانی جہنم کی طرف کوچ کرتے وقت اس غیر تاک حالت میں مردار ہوا کہ اس کے منہ اور مقعد سے پاخانہ (دست) جاری تھا۔) ظاہر ہے کہ اس کے بعد سر ظفر اللہ کو پروفیسر نظام خاں سے دوبارہ ملاقات کی جرأت نہیں ہوئی۔

سر ظفر اللہ کو ان قسم کی شرمندگی ایک اور موقع پر بھی اٹھانا پڑی۔ جینوا کے کسی ہوٹل میں وہ قدرت اللہ شہاب اور ان کی بیگم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ جب کوفٹوں کی ڈش آئی تو قدرت اللہ شہاب کی بیگم کہنے لگی کہ خدا جانے

یہ کہہ رہا ہے؟ اس سے میں تو نہیں کھاؤں گی۔ سر ظفر اللہ کہنے لگے کہ جب ہوٹل والے کہتے ہیں کہ یہ حلال گوشت کا ہے تو ہمیں حضور کے اس فرمان پر عمل کرنا چاہیے کہ کھانے کے معاملے میں زیادہ شک و شبہ میں نہیں پڑنا چاہیے۔ حکیم شہاب کہنے لگیں کہ یہ ہمارے حضور ﷺ کا فرمان ہے یا آپ کے تصور کا؟ اگر ہمارے حضور ﷺ کا فرمان ہے تو سر آنکھوں پر اس پر سر ظفر اللہ خان اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔

مدعیان نبوت پہلے بھی پیدا ہوتے رہے ہیں لیکن آج تک نبوت کا کوئی ایسا دعویٰ درپیدا نہیں ہوا تھا جس نے قوت کے گمشتے کے طور پر نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ یہ شرف قادیان کے نبی کو حاصل ہے کہ اس نے ایک استعماری قوت (برطانیہ) کے ایجنٹ کے طور پر نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی مدوح قوت کی مدح میں کتابیں لکھ لکھ کر ان کے بھروسے چاہیے تو یہ تھا کہ اس استعماری قوت کی رخصتی کے ساتھ ہی اس کی ایجنٹ نبوت بھی پاکستان سے نکلتی ہو جاتی لیکن یہ نا خوشگوار فریضہ اہل پاکستان کو سر انجام دینا پڑا۔ ”پچھنی وین چہ خاک جہاں کا غیر تھا“ کے صدق آج اسی جعلی نبوت کے خلیفہ برطانیہ میں مقیم ہیں اور عالم اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔ مسلمانوں کو یقین ہے کہ جس طرح نبوت کے سابقہ دعویٰ دارنسیا منسیا (بے نام و نشان) ہو چکے ہیں اسی طرح وقت کے ساتھ ساتھ یہ خانہ ساز (قادیانی) نبوت بھی اپنے فطری انجام کو پہنچ جائے گی کیونکہ (فرمان نبوی ﷺ) ”یسی بعدی“ (پھر یہ بعد کوئی نبی نہیں) کا یہی تقاضا ہے۔

﴿ماخوذ از ثبوت حاضر ہیں محمد متین خالد، ص: ۳۲۹﴾



الحمد للہ اللہ رب العالمین

ماہنامہ ”العقب“ کے تمام مستقل سالانہ ارکان کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ان کی سالانہ نمبر شپ ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱۰ کے تمام نمبر ہو چکی ہیں۔ جنوری ۲۰۱۰ء سے رسالہ کی حسب معمول فراہمی کے لیے ہلداز جلد مبلغ ۳۰۰ روپے (برائے جنوری ۲۰۱۰ء تا دسمبر ۲۰۱۰ء) کے لیے ارسال فرمائیں اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور اشاعت دین متین کے مقدس مشن میں حصہ دار بن جائیں۔

قادیانیوں کے متعلق جامعہ الازہر کا فتویٰ

عالم اسلام کی سب سے بڑی درسگاہ جامعہ الازہر نے قادیانی عقائد درست ماننے والوں کو خارج از اسلام قرار دینے کا فتویٰ جاری کر دیا ہے۔ ۳ صفحات کے فتویٰ میں جامعہ الازہر کے مفتی شیخ محمد حسینی مخلوف نے کہا ہے کہ قادیانی جماعت اور قادیانی عقائد کے حاملین اسلام سے خارج ہیں انہیں شعائر اسلام کے استعمال کی اجازت نہیں دی جاسکتی نیز قادیانی عقائد کو درست سمجھنے والے بھی اسلام سے خارج ہیں۔

فتویٰ میں کہا گیا ہے کہ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد اور مختلف کتب میں درج اس کی تحریروں کے تفصیلی مطالعے کی بنیاد پر ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ قادیانی عبادت گاہ کو مسجد قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

قادیانیوں کے عقائد کے حوالہ سے فتویٰ میں کہا گیا ہے کہ اسلام سے متعلق ان افراد کے عقائد گمراہ کن ہیں۔ قادیانی جماعت خطرناک منظم گروہ ہے اور اس کے اعتقادات، غریب لے جانے کا باعث ہیں۔ فتوے کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں و نظریات نص قرآنی اور سنت رسول ﷺ کے منافی و متصادم ہیں نیز قرآن و سنت کی مخالفت اس گروہ کا شیوہ ہے۔ جو کوئی بھی ان کے عقائد کو درست تسلیم کرے گا وہ اسلام سے خارج قرار پائے گا۔ فتوے میں شیخ محمد حسینی مخلوف نے لکھا ہے کہ امت کے اجماع کے خلاف نظریات و عقائد کے حامل اس گروہ سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہیے۔ فتوے میں قادیانی عقائد کے حاملین کی مسجد میں داخلے کی بھی مخالفت کی گئی ہے جبکہ فتوے میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ قادیانی عقائد رکھنے والوں کے لیے وہ تمام احکامات قابل عمل ہوں گے جو کسی بھی غیر مسلم (کافر، مرتد، زندیق) پر نافذ کیے جاسکتے ہیں۔



بسم الله الرحمن الرحيم

الفرقة الأولى

الأمر الشريف

جمع البحوث الإسلامية
إسكندرية

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله مع
السلامة عليه وسلم وبعد :- فتفيد اللجنة
أنه قد تبين بعد نظر السؤال الثاني
بأنه لفظة القاديانية، وموقف الإسلام
من معتقدات هذه الطائفة والصلاة خلفهم
الجواب
بسم الفرق الزائفة المنشقة عن الإسلام
والتي هي خطر عظيم، ومحاولة منظمة
لإفساد الإسلام وإلحاقه بغيره، تقوم على أساس
شبه منافية للنبوة المحمدية فرقة القاديانية
وهذه الفرقة أسسها «سيد زانك أحمد»
القادياني في القرن التاسع عشر في الهند
ومعتقدات هذه الفرقة الضاللة كلها تؤدها
إلى الكفر، ومنه معتقداتهم الباطنية
أنهم يزعمون مؤسسها بأن روح المسيح حلت
فيها، وأن ما تحدث به هو كلام الله
القدوس والسنة .

بسم الله الرحمن الرحيم

الفرقة الثانية

الأمر الشريف

جمع البحوث الإسلامية
إسكندرية

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله مع
السلامة عليه وسلم وبعد :- فتفيد اللجنة
أنه قد تبين بعد نظر السؤال الثاني
بأنه لفظة القاديانية، وموقف الإسلام
من معتقدات هذه الطائفة والصلاة خلفهم
الجواب
بسم الفرق الزائفة المنشقة عن الإسلام
والتي هي خطر عظيم، ومحاولة منظمة
لإفساد الإسلام وإلحاقه بغيره، تقوم على أساس
شبه منافية للنبوة المحمدية فرقة القاديانية
وهذه الفرقة أسسها «سيد زانك أحمد»
القادياني في القرن التاسع عشر في الهند
ومعتقدات هذه الفرقة الضاللة كلها تؤدها
إلى الكفر، ومنه معتقداتهم الباطنية
أنهم يزعمون مؤسسها بأن روح المسيح حلت
فيها، وأن ما تحدث به هو كلام الله
القدوس والسنة .

بسم الله الرحمن الرحيم
الوقت الثاني

الازہر الشریف

بسم البحوث الاسلامیة
المجلة الفقهیة

نصوص القرآن الكريم والسنة النبوية
والاجماع على ان الرضا في الرضا بعد رسول الله
وإذا كانت هذه المعتقدات المبنية على بعض
النصوص التي نوا بها خا رضى عنه السلام
التي هي في الواقع كثيرة المصالح المصلحة
في الدين والدين عليه السلام فلا يجوز ان يكون
الرضا في الرضا غير المصلحة في الدين

والماجد قال تعالى
الرضا في الرضا انه يحرر ما جدد الله
من الرضا في الرضا بالكلية

والماجد قال تعالى في الرضا ما جدد الله
من الرضا في الرضا بالكلية
سورة التوبة ١٨١٧
الرضا في الرضا بالكلية

قال تصديق فتاوى شيخنا
الرضا في الرضا بالكلية
٨٩٢٨٨٢٨٧٢٨٦
الرضا في الرضا بالكلية
٢٠٢٢/٥



الرضا في الرضا بالكلية
الرضا في الرضا بالكلية

طلاق کے اسباب و تدارک

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہ

مفتی نور احمد شاہ تاجز الہدیت و جماعت کے ممتاز محقق و مصنف ہیں۔ آپ کے والد گرامی علامہ عبدالرحمن مہری بھی ممتاز عالم دین تھے۔ مفتی صاحب گذشتہ دو عشروں سے جامعہ مسجد طیبہ پنجاب ٹاؤن کراچی میں قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کے پھول بکھیر رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے الہدیت کے روایتی جمود کو توڑتے ہوئے اپنی تحقیق کا رخ عصر حاضر کے جدید مسائل کی طرف کیا چنانچہ آپ کے قلم سے کاغذی کرنسی کی شرعی حیثیت، کریڈٹ کارڈ، کلوننگ، شیئرز کے کاروبار کی شرعی حیثیت، بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کٹوتی، تاریخ نفاذ حدود وغیرہ نامی کتب معصہ شہود پر آئیں۔ آپ اسکا لرز اکیڈمی کراچی کے بانی و ڈائریکٹر اور مجلہ "فقہ اسلامی" کے مدیر ہیں۔

پاکستان میں اگرچہ طلاق کے واقعات کا تناسب اتنا نہیں جتنا کہ دیگر ممالک میں ہے تاہم کچھ عرصہ سے طلاق کے واقعات میں قدرے اضافہ ہوا ہے۔ مشرقی لڑکیاں طلاق کا باعث عموماً بہت کم بنتی ہیں کیونکہ ان کے ذہن میں یہ بات بخوبی بیٹھ چکی ہوتی ہے کہ طلاق کی صورت میں ان کا مستقبل تاریک ہوگا اور معاشرہ میں نکاح خانی کو جن نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اس کی بنا پر بھی کوئی پاکستانی لڑکی ایسی غلطی نہیں کرتی جس سے اس کا سہاگ اجڑ جائے۔ تاخیر سے رشتہ طے ہونے اور مناسب رشتہ کے انتظام میں جس دہشت ازیت سے ایک بار لڑکی دو چار ہو چکی ہو وہ دوبارہ اس قسم کی صورتحال سے دو چار ہونے کے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لیتی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اب معاملہ پہلے سے بھی دشوار ہوگا۔

ہمارے معاشرے میں لڑکیاں سسرالی گھر میں وہ سب کچھ برداشت کر لیتی ہیں جن کی اپنے گھر میں انہیں ہوا بھی نہیں لگی ہوتی اور جس کا انہوں نے کبھی خواب بھی نہیں دیکھا ہوتا۔ وہ اپنے شوہر کے علاوہ اپنے سسرؤں اور دیگر سسرالی رشتہ داروں کی مقدور بھر بھگد اس سے بھی زیادہ خدمت گزاری قبول کرتی ہے اور اس کے عوض صرف شوہر کی توجہ اور پیار چاہتی ہے جو کہ بہت کم کے حصہ میں آتا ہے۔

ہمارے معاشرے کی دیگر امور میں افراط و تفریط کے ساتھ ایک قباحت یہ بھی ہے کہ اکثر گھرانوں میں بہوئی نوکمر کے سارے کام کاج کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے اور بہو کے گھر آتے ہی گھر کی خواتین شکہ کا سانس لینا چاہتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ بس ان کے کام کاج سے ریٹائر ہونے اور آرام کرنے کا مرحلہ آ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یہ توقع رکھتی ہیں کہ ان کی بہو سب سے پہلے بیدار ہو اور گھر کی صفائی اور ناشتہ کی تیاری سے فارغ ہو کر دیگر لوگوں کو کھائے اور ان کی آنکھ کا تار اکھلائے رات کو وہ سب سے آخر میں سوئے اور کسی کی بات پر آف تک نہ کہے۔ بہو گھر میں لائی جانے والی ایک ایسی دیو مالائی شخصیت ہونی چاہیے کہ جس سے گھر کے چھوٹے سے بڑے تک ہر شخص چھوٹا ہو کر کام کہہ سکے اور اس کو انکار کی جرأت نہ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا اپنا کوئی مطالبہ نہ ہو اور نہ ہی وہ اپنی کسی خواہش کا وہ بے لفظوں میں بھی ذکر کرے اسے جو کھانے کو دیا جائے کھالے اور جو پینے کو ملے پھین لے اس کی اپنی پلندہ ناپسند کا کوئی تذکرہ نہیں۔

بعض گھرانوں میں بہو پر اس قدر ذہنی دباؤ ہوتا ہے کہ وہ بے چاری جس کام کو بھی خلوص دل اور نیک نیتی سے انجام دینا چاہتی ہے اس میں کوئی نہ کوئی قباحت گھروالوں کو نظر آتی جاتی ہے۔ چنانچہ بسا اوقات صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور ساس بہو مند بہو اور دیور بھادج کے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور نوک جھوک بڑھتے بڑھتے نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے۔ طلاق کا سبب صرف گھریلو جھگڑے نہیں بلکہ یہ ان اسباب میں سے ایک ہے اس کے علاوہ متعدد اسباب ہیں جو طلاق کا موجب بنتے ہیں ان میں سے بعض اسباب ایسے ہیں جو معاشرہ میں وبا کی طرح پھیل کر عام ہو چکے ہیں ان اسباب کا تذکرہ ہم سب کی معاشرتی ذمہ داری ہے۔

﴿طلاق کے بعض عمومی اور اہم اسباب﴾

① زوجین میں سے کسی ایک یا دونوں کا شریعت کے مقرر کردہ اصولوں سے انحراف وہ سب سے بڑا سبب ہے جو طلاق کے اسباب میں عموماً سرفہرست نظر آتا ہے۔ متعدد جوڑوں میں طلاق کی نوبت ایسے ہی کسی سبب سے آتی ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ طلاق کے 70 فیصد واقعات میں یہی سبب موجود ہوتا ہے تو مبالغہ نہ ہوگا مثلاً ایک خاتون اپنے شوہر سے پریشان ہے اور طلاق حاصل کرنا چاہتی ہے کیوں؟ اس لیے کہ اس کا شوہر نشہ کرتا ہے اور بے لوثی یا ہیروئن کا عادی ہو کر یا نہی سوسائٹی کا شکار ہو کر۔ بے روزگار ہو گیا ہے اور گھر میں بچوں کے لیے کچھ نہیں ہے۔ خاتون خود کام کاج کر کے بچوں کا پیٹ پال رہی ہے اور اپنی عزت و آؤ پر لگائے ہوئے ہے۔

کبھی کسی شوہر سے شکایت سننے کو ملتی ہے کہ بیوی صرف بے نمازی نہیں فلموں کی رسیا ہے اور گھر کے معاملات و عبادات سے اسے قطعاً کوئی سروکار نہیں۔ رات بھر ٹی وی، وی سی آر کے سامنے گزارنا اور صبح نصف النہار تک سوئے رہنا عام معمول ہے۔ سمجھانے بجھانے سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا ہے بلکہ معاملہ مزید بگڑ رہا ہے۔ اسی طرح کی شکایات عموماً اس طبقے سے ملتی ہیں جسے ہمارے ہاں اونچی سوسائٹی کے لوگوں کا حلقہ کہا جاتا ہے اور جو عرف عام میں پڑھا لکھا طبقہ کہلاتا ہے۔

② دوسرا بڑا سبب غصہ ہے۔ غصہ بھی کسی معقول بات پر نہیں بلکہ بہت ہی معمولی معمولی باتوں پر اور کبھی یہ غصا اس قدر شدید ہوتا ہے کہ مرد لفظ طلاق کا استعمال کر بیٹھتا ہے اور پھر غصہ فرو ہونے پر لوگوں سے مسئلہ دریافت کرتا اور علماء سے غصے میں دی گئی طلاق کو طلاق نہ ہونے کا فتویٰ حاصل کرنے کے لئے مارا مارا پھرتا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو فتویٰ اور مسئلہ کی دریافت کا تکلف بھی نہیں کرتے اور محض اپنے اجتہاد یا عزیزوں، رشتہ داروں اور دوست احباب کے اس مشورہ کو صائب جانتے ہیں کہ غصے میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ چنانچہ دونوں ازدواجی زندگی گزارتے اور زنا کاری کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔

بسا اوقات لڑائی جھگڑے اور روز روز کی ٹوٹکار سے تنگ آ کر خاتون طلاق کا مطالبہ کر بیٹھتی ہے اور شوہر بھی اسے عزت نفس کا مسئلہ سمجھتے ہوئے طلاق دے ڈالتا ہے اور پھر اہل علم سے رجوع کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ طلاق تو ہو گئی چنانچہ اب سوائے پریشانی کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

③ تیسرا سبب زوجین کے اہل خاندان میں سے کسی کا ان کی پرائیویٹ (نجی) زندگی میں خلل ہونا ہے۔ بسا اوقات یہ مداخلت لڑکی کے والدین اور کبھی لڑکے کے والدین میں سے کسی کی طرف سے ایسی ہوتی ہے جو زوجین میں سے کسی ایک کو سخت ناگوار گزرتی ہے اور اس سے تلخیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اصلاح اور نصیحت کی خاطر پسند و موافقت کے انداز میں کبھی کبھار کچھ کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں مگر اس میں بھی یہ امر پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ دونوں میں سے کسی کو بھی دوسرے کے سامنے سخت ست نہ کہا جائے کیونکہ اس سے ان کی عزت نفس مجروح ہوگی اور زوجین کے مابین قائم وقار کوٹھیں پکڑتی ہے۔

④ طلاق کے اسباب میں سے چوتھا بڑا سبب جہالت ہے۔ لوگ دینی مسائل سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے شرعی احکامات سے جا ملے، جہاں اور اپنی جہالت کی بنا پر لفظ طلاق کا استعمال کرتے ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اگر انھیں طلاق کی نوبت آئی کی ہے تو طلاق کس وقت اور کب دی جائے؟ کوئی بھی شخص طلاق دیتے

وقت یہ خیال نہیں کرتا کہ اس کی بیوی کن ایام سے گزر رہی ہے، الا ماشاء اللہ! شاید چند فیصد لوگ ہی یہ بات جانتے ہوں گے کہ طلاق ایام حیض میں نہیں بلکہ ایام پاکیزگی (طہر) میں دی جانی چاہیے۔ تعلق زوجیت کو منقطع کرنا اگر اتنا ہی ناگزیر ہو گیا ہے تو ایک مرتبہ ہی تین طلاق دے ڈالنا خود اپنے اوپر اور اپنی بیوی پر ظلم کے مترادف ہے۔ ایسے حالات میں جب طلاق کے سوا چارہ نہ ہو تو ایک طہر میں ایک طلاق دی جانی چاہیے تاکہ رجوع کا دروازہ کھلا رہے۔ ممکن ہے اس ایک طلاق کے بعد ہی زوجین میں سے قصور وار کو اپنے قصور کا ادراک ہو جائے اور واپسی کا راستہ اختیار کر سکے۔ یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ پاکیزگی کے ایام میں بھی اس وقت طلاق دینا چاہیے جب ابھی ازدواجی رابطہ (جماع) نہ ہوا ہو اور جس طہر یا جن ایام پاکیزگی میں میاں بیوی جماع کر چکے ہوں ان میں طلاق نہ دی جائے بلکہ اس کے بعد ایام حیض گزرنے دئے جائیں اور جب نیا طہر (ایام پاکیزگی) شروع ہو تب طلاق دی جائے۔

زوجین کے درمیان کسی شکر رنجی کی صورت میں والدین اور اقارب کا فرض ہے کہ وہ جلد از جلد دونوں کے مابین صلح جوئی کی کوشش کریں اور معاملہ بکڑنے سے قبل ہی اپنا کردار ادا کر کے ایک مشکل مرحلہ سے خود ان کو اوران کے بچوں کو بچائیں۔

غصہ کی صورت میں بھی عزیز واقارب کا فرض ہے کہ وہ کسی ایک کے طرف دار بن کر مسئلہ کو مزید الجھانے کی بجائے عارضی طور پر دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر کے ان کا غصہ فرو کریں اور انہیں اس حدیث رسول ﷺ پر عمل کروائیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو غصہ آجائے اسے چاہیے کہ وضو پائے اور اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔

اجنبائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ طلاق کے بہت سے معاملات میں سبب بہت معمولی ہوتا ہے مثلاً کسی خاص تقریب میں شرکت سے منع کرنے پر جھگڑا، کسی عزیز یا عزیزہ کی شادی میں مخصوص لباس نہ خریدنے یا حسب خواہش تحائف نہ لے جانے پر جھگڑا، کبھی گھر میں کسی کے آنے جانے پر پابندی میں اختلاف پر جھگڑا، کبھی محض شک کی بنا پر جھگڑا۔

اسلام نے ازدواجی معاملات میں پیدا ہونے والی مشکلات کا واحد حل طلاق تجویز نہیں کیا بلکہ اس کے متعدد مراسم بیان کئے ہیں ① سب سے پہلا مرحلہ سمجھانے، بچانے کا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "جن خواتین سے تمہیں عدو تعلق زوجیت پار کے سر نشی کا اندیشہ ہو انہیں نصحت کرو سمجھاؤ، سمجھاؤ" ② دوسرا مرحلہ بستر الگ کرنے کا ہے کہ اگر نصیحت کا رگ ثابت نہ ہو تو ان کے بستر الگ کر دو جسے قرآن کریم نے "و اھجر وھن فی

المضاجع" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے "ان کو اپنے بستروں سے الگ کر دو"۔ ③ اگر یہ ترکیب بھی کارگر ثابت نہ ہو تو پھر تیسرا مرحلہ زبانی کے بجائے عملی سرزنش کا ہے یعنی ہلکا پھلکا مارنا جسے قرآن کریم نے "و اضربوھن" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے "انہیں مارو"۔ ④ چوتھا مرحلہ اس وقت آتا ہے جب سابق تینوں مرحلوں سے معاملہ آگے بڑھ گیا ہو اور صورتحال بے قابو ہو رہی ہو۔ اس مرحلہ میں دونوں جانب کے اعزہ کو جمع کیا جائے خصوصاً بڑوں، بزرگوں کو تاکہ وہ مل بیٹھ کر تصفیہ کرادیں۔ اسے قرآن کریم نے ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے "دونوں کے اہل خانہ میں سے حکم یعنی ثالث مقرر کر لئے جائیں جو دونوں کے بیان حاصل کر کے صلح کی کوشش کریں"۔ ⑤ پانچواں مرحلہ ایلا کا ہے اور ایلا کے معنی ہیں طلاق کے بغیر مرد اپنی زوجہ سے رشتہ ازدواج منقطع کر لے۔ اس میں اسے اختیار ہے کہ حسب ضرورت خود مدت مقرر کر لے۔ ایک ماہ دو ماہ تین ماہ مگر یہ بایکات یا انقطاع تعلق چار ماہ سے زیادہ کا نہ ہو۔

⑥ آخری مرحلہ طلاق کا ہے اور وہ بھی اس طرح جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں سکھایا یعنی ایک طہر میں ایک طلاق نہ کہ ایک بارگی (ایک ہی مرتبہ) تین طلاقیں۔

طلاق کے اسباب میں سے ایک سبب ایسا بھی ہے جس میں نہ تو کوئی شرعی مجبوری ہوتی ہے اور نہ ہی اخلاقی۔ طلاق صرف اس لیے دی جاتی یا دلولائی جاتی ہے کہ نکاح بے سنے کا تھا۔ ایک جوڑے کا آپس میں نباہ نہیں ہو سکا اور ان کے درمیان طلاق تک نوبت پہنچ کر معاملہ ختم ہو گیا لہذا اب دوسرے جوڑے سے بھی مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ بھی اپنا ازدواجی رشتہ ختم کر لیں، اگرچہ وہ کتنے ہی بے سکون اور بے کیف ازدواجی تعلقات و ایام زندگی گزار رہے ہوں مثلاً زید کی شادی عمر کی بہن سلمہ سے اور عمر کی شادی زید کی بہن آمنہ سے ہوئی۔ اب اگر کسی وجہ سے زید نے عمر کی بہن سلمہ کو طلاق دے دی تو عمر کے گھر والے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ عمر بھی لازمی طور پر آمنہ کو فارغ کر دے کیونکہ زید نے سلمہ کو طلاق دے دی ہے۔ باوجود یہ کہ عمر اور آمنہ خوشگوار زندگی بسر کر رہے ہیں مگر معاشرتی جبر کا شکار ہو کر وہ اپنا گھر اجاڑنے پر مجبور ہیں۔ اس قسم کی طلاق کا مطالبہ کرنے والے کس قدر گناہ کے مرتکب ہوتے ہوں گے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے کیونکہ یہ سراسر ظلم اور زیادتی ہے۔

مطلقة (طلاق شدہ) عورت سے معاشرتی نا انصافی:

ہمارے معاشرے میں ایک اور نا انصافی کے بارے میں عام ہے اور وہ یہ کہ "اگر اتنی ہی اچھی ہوتی تو طلاق کیوں پاتی؟" یہ کہانی توں سنا کہ اس طلاق میں قصور وار کون رہا ہوگا اسباب کیا رہے ہوں گے؟ بس ایک ہی بات طے شدہ ہے بلا کی بلا کی۔

ہم کیوں نہیں سوچتے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ لڑکا جنسی طور پر نا اہل نکلا ہو یا نشہ کا عادی ہو یا اس کی مرضی کے بغیر والدین نے شادی کر دی ہو اور اس نے اس لیے طلاق دے ڈالی ہو یا جس قسم کی بیوی کا تصور اس نے اپنے ذہن میں بنھا رکھا تھا وہ اس کے برعکس ثابت ہوئی ہو اور اس کے خوابوں کی ملکہ کوئی اور ہو۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ لڑکے نے اس شریف لڑکی سے کسی غیر اخلاقی و غیر شرعی امر کا تقاضا کیا ہو اور لڑکی نے بے غیرت بننے پر طلاق حاصل کرنے کو ترجیح دی ہو۔

کیا ہمارے معاشرے میں ایسے واقعات نہیں ہوتے کہ لڑکا اپنی بیوی سے بے پردہ اپنے پاروں دوستوں میں گھل مل جانے کا تقاضا کرتا ہو اور وہ کسی ایسے شریف خاندان کی ہو جہاں غیر مردوں نے کبھی قدم رکھنے کی بھی برأت نہ کی ہو۔

کیا اس معاشرے میں اس قسم کے واقعات نہیں ہوتے کہ ایک لڑکی اپنے گھر میں سخت پردہ کا اہتمام کرتی تھی مگر میاں کے گھر آ کر اس سے یہ تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ وہاں کے لوگوں اور اس خاندان والوں کے رواج کا احترام کرتے ہوئے برقعہ اور چادر اتار چھوٹے؟

جہاں اس قدر افراط و تفریط ہو وہاں صرف لڑکی کو مورد الزام ٹھہرانا اور اس کے بارے میں یہ طے کر لینا کہ یہی قصور وار ہوگی کہاں کا انصاف ہے؟

خدا را! حقائق کی دنیا میں آئیے اور اپنے معیارات تبدیل کیجئے، مفروضات پر نتائج کی عمارت کھڑی کرنے کی بجائے معاشرتی بے راہروی کو پیش نظر رکھتے ہوئے واقعات کا تجزیہ کیجئے۔

طلاق یافتہ لڑکیوں کے بارے میں ہمارے معاشرہ میں جس قدر تنگ نظری اور بدگمانی پائی جاتی ہے اس کا تذکرہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اسلام کے سنہری اصولوں کو پھیلانے اور عام کرنے کا عمل زندگی کے ہر شعبہ میں جاری ہو۔ کیا نبی اکرم ﷺ نے مطلقہ عورتوں سے نکاح نہیں کیے؟ خود آپ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، جنہیں ان کے پہلے شوہر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دی تھی۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی حضور ﷺ کی وہ زوجہ محترمہ ہیں جو پہلے مسافح بن مسعود کے عقد میں رہ چکی تھیں اور غزوہ بدر کے موقع پر اسیر ہو کر مدینہ منورہ آئی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے نکاح کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ تھیں ان سے لعل مسعود بن عمرو بن عمری ثقفی سے علیحدگی اختیار کر کے اور ہم بن عبد العزی کے نکاح میں آئیں اور انہیں کے انتقال کے بعد حضور ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح سلام بن مشکم القرظی سے ہوا تھا وہاں سے طلاق ہوئی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں۔ کنانہ کے غزوہ خیبر میں مارے جانے کے بعد حرم نبوی ﷺ میں داخل ہوئیں۔ ان ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی ایسے گمان کا اظہار نہیں فرمایا جس سے ان کے مطلقہ ہونے کو مطعون کیا جاسکے۔

مگر اس کا کیا کیا جائے کہ ہم مسلمان ہو کر بھی نبی اکرم ﷺ کی بیروی نہیں کرتے اور اپنی روش ترک کرنے پر سنجیدگی سے نہیں سوچتے بلکہ مطلقہ کو ہی مطعون ٹھہراتے ہیں۔

اسباب طلاق کا ازالہ و حوصلہ شکنی:

ضرورت اس امر کی ہے کہ طلاق کے معاملات میں انتہائی صبر و احتیاط سے کام لیا جائے طلاق کے اسباب کے ازالہ کی ہر سطح پر کوشش کی جائے، نئے شادی شدہ جوڑوں کو ایک دوسرے کے حقوق و فرائض سمجھائے جائیں، سسرال والے بہوؤں کو اپنی بیٹیوں کی طرح ہی سمجھیں اور ان کے ساتھ وہی سلوک کریں جو اپنی بیٹی کے ساتھ سسرال والوں کے ہاں ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ شوہران کے اہل خانہ زوجہ اور بہو سے اس قسم کی خدمات کی توقع نہ کریں جنہیں وہ اپنی بیٹیوں کے لئے ناگوار خیال کرتے ہوں۔ مطلقہ (طلاق یافتہ) عورتوں کو ہر صورت میں قصور وار گردانے اور انہیں مطعون کرنے کی بجائے شخصہ دل سے ان شکستہ دلوں کے معاملات کا جائزہ لیں اور انہیں نفسیاتی مریض بننے سے بچائیں۔

بچوں اور بچیوں کو شادی سے قبل و بعد نکاح اور طلاق کے مسائل لازمی طور پر سکھائے اور پڑھائے جائیں۔ چھوٹی عمر سے ہی بچوں میں دینی رجحان پیدا کرنے کی کوشش کریں اور گھر کا ماحول مصنوعی اور رومانیک بنانے کی بجائے قدرتی اور حقیقی بنائیں تاکہ بچوں میں فطری اسلامی جذبہ بیدار ہو اور اسلامی اصولوں سے آشنائی و روشناسی کی طلب پیدا ہو۔ اسلامی اقدار کی پاس داری بہت سے دہائی گھرانوں کو سکون و راحت کی وہ دولت مہیا کر سکتی ہے جس کی تلاش میں لوگ غلوں، فراموشیات اور دیگر مفرقی سرگرمیوں میں اپنا وقت مال اور آئندہ برباد کرتے ہیں۔



عبید بن جریجؓ فرماتے ہیں: "فان المعصوم شہر اللہ و هو راس السنۃ بکسی البیت"۔ و نورخ بہ الناس (۲۵) "ابا محمدؑ اللہ کا مہینہ ہے اسی سے سال کا آغاز ہوتا ہے اور بیت اللہ کا عارف تبدیل کیا جاتا ہے اور اسی سے لوگ تاریخ کا حساب رکھتے ہیں۔"

سید بن مشور نے "سنن" میں اور قتلی نے شعب الایمان میں سورۃ النجر کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ جو معصوم معصوم السنۃ (۲۶) "والنجر میں نجر سے مراد نجر کی نجر ہے جس سے سال کا آغاز ہوتا ہے"۔ یعنی یہی قول حضرت قتادہؓ سے بھی منقول ہے۔ (۲۷)

جیکہ پہلی کا کہنا ہے کہ حرم کرام نے ہجرت نبویؐ کو اسلامی تقویم کا نقطہ آغاز قرار دینے کے لیے اس حکم قرآن کو بھی پیش نظر رکھا ہے جو اہل باقی شان میں وارد ہوا ہے۔ سورۃ النجر بان باری تعالیٰ ہے **فولمجدد اس علی القوی من اول یوم احق ان تقویم لہ** "البتہ وہ سجدہ جس کی بنیاد روزہ اول سے ہی تقویم پر رکھی گئی ہے، اسی لائق ہے کہ آپ اس میں (زمانہ کی غرض سے) کوڑے ہوں۔"

یہ بات تو معلوم ہے کہ اس آیت میں "اول یوم" سے مطلق یوم مراد نکلتی ہے۔ اس سے یہ معین ہو گیا کہ یہ کسی مضرے کی طرف مضاف ہے اور وہ اول روزہ ہی ہو سکتا ہے جب اسلام کو عزت ملی اور نبی کریمؐ نے مہینہ وطمینان کی حالت میں اپنے پروردگار کی عبادت کی اور اس کی ابتداء بنائے سجدہ سے ہی ہوئی تھی۔ اس امر سے اور صحابہ کرام کی رائے سے یہ سمجھا کہ اول یوم سے یہاں اسلامی تاریخ کا روزہ اول مراد ہے۔ (۲۸) ابن جر کے قول اس سے جتاور بھی معنی ہیں کہ "اول یوم" سے مراد مہینہ مذکورہ میں آپؐ کے داخلے کا روزہ اول ہے۔ (۲۹)

زرقاتی نے ابن خیر کے حوالے سے پہلی کی توضیح کو مکلف و تصحیف قرار دیا ہے۔ (۳۰)

نتیجہ منظر یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر عربوں کے ہاں بھی سال کا آغاز نحر الحرام سے ہوتا ہے اس لیے اسلامی تقویم کے لیے بھی اسی کو اختیار کر لیا گیا اور یہ مشورہ حضرت عثمانؓ یا حضرت عمرؓ سے لیا گیا کہ یہاں ہی تو جہاں اور بھی ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔

تقویم اسلامی کے نفاذ میں تاریخ کی وجہ:

عام انسانی ضرورت کے پیش نظر چاہیے کہ یہ تھا کہ اسلامی تقویم کا آغاز اسی وقت سے ہو جاتا جب کہ یہ ممکن ہو سکے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی تھی لیکن آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں تو اور دور سری ہویت کی ضروریات تھیں

اسلامی کیلنڈر کی ضرورت و اہمیت اور ہجری تقویم کا معرہ الحرام سے آغاز

چشم نظر مضمون کی پہلی قسط سابقہ شمارے میں شائع ہو چکی ہے۔ پہلی قسط میں صاحب مضمون نے ہجری تقویم کے پس منظر، آغاز ضرورت، اہمیت اور خصوصیات پر اپنا نقطہ نظر تحقیقی انداز میں پیش کیا ہے۔ موجودہ قسط میں ہجری تقویم اور معرہ الحرام سے ابتداء کے متعلق مزید تحقیق پیش خدمت ہے۔

قسط: دوم

حرم سے سال کا آغاز:

پھر یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ ہجرت ربیع الاول میں ہوئی تھی اور عربوں کے رواج کے مطابق ان کے سال کا آغاز حرم سے ہونا چاہیے۔ اس لیے علامہ طبریؒ کی رائے کے مطابق تقریباً سو ادھائیے پہنچے ہوتے ہوئے معرہ الحرام سے بنی ہجری کا آغاز کر لیا گیا۔ (۳۱) دوسری رائے اس مسئلے میں یہ ہے کہ ہجرت کے ارادے اور اس سفر کی منصوبہ بندی کی ابتداء حرم ہی سے ہوئی تھی کیونکہ بیت حبشہ ذی الحجہ کے وسط میں ہوئی تھی۔ (۳۲) یہی بیت ہجرت مدینہ کی تہمید اور نقطہ آغاز تھا اور اس کے بعد پہلا مہینہ حرم ہی تھا (۳۳) ابو نعیم کی روایت میں ابو موسیٰ سے مروی ہے کہ پھر یہ تجویز پیش ہوئی کہ رمضان سے آغاز ہو یا حرم سے۔ حرم کو اس لیے قبول کر لیا گیا کہ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد حجاج کی واپسی اسی مہینے میں ہوتی تھی۔ (۳۴) ابن سیرین سے ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ بعض نے وجہ سے آغاز کی تجویز پیش کی تھی اور بعض نے رمضان سے اور بعض نے حرم سے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا: **فولمجدد اس المعصوم** "فالسہ شہر حورام" وهو اول السنۃ

و معصوف الناس من الصحیح "معصوم ہے صحیح من المعصوم" "فالسہ شہر حورام" میں سے ہے اور (عرب کے رواج کے مطابق تھی) یہ سال کا پہلا مہینہ ہے اور حج سے لوگوں کی واپسی بھی اسی مہینے میں ہوتی ہے۔" (۳۵)

علامہ مشورہ پہری نے بھی اس تجویز کو حضرت عثمانؓ کی جانب منسوب کیا ہے۔ (۳۶)

سے 5334 برس پہلے کا معلوم ہوتا ہے حالانکہ یہ تقویم حقیقت میں سن ہجری سے 989 برس بعد 1582ء میں وضع ہوئی ہے۔

② کیم حرم 1 ہجری کو 3 آب 4382 ہجری تھا۔ اس طرح بظاہر یہ سن ہجری سے 4381 برس پہلے کا معلوم ہوتا ہے حالانکہ یہ 1582ء میں وضع ہوا ہے۔

③ سن کل جب سن ہجری سے 3723 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے مگر مغربی مورخین اور یونین وال صلیم کرتے ہیں کہ یہ سن چوتھی صدی ہجری میں وضع کیا گیا تھا۔ یعنی اپنے صاحب سے 34 صدیاں گزرنے کے بعد اس کا آغاز ہوا تھا۔

④ سن سکندری سن ہجری سے 932 سال پہلے کا ہے مگر اپنی موجودہ یونین میں نوازدہویہ ہے۔ یہ شروع میں کئی صدیوں تک قریبی یونینوں پر چلا رہا ہے۔ بعد میں اسے کئی یونینوں میں تبدیل کر دیا گیا۔

⑤ سمت برشہ کے مطابق کم حرم 1 ہجری کو 26 سادون سمت 679 تھا۔ اس لیے بظاہر سمت برشہ سن ہجری سے 678 پہلے کا معلوم ہوتا ہے مگر ہندو اور مغربی محققین کی تحقیقات کے مطابق اس کا آغاز 898 برشہ سے ہوا ہے۔ اس طرح یہ سن ہجری کے 225 سال بعد شروع ہوتا ہے۔ (۵۴)

● اسلامی تقویم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ تقویم کسی خاص شخصیت سے وابستہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسے واقعے سے اس کا تعلق ہے جو پورے مذہب اسلام کے حوالے سے اپنی اہمیت رکھتا ہے۔ یوں اس کی بنیاد و روحانی بھی ہے۔ یہ خصوصیت رائج الوقت دیگر تقویم میں نہیں ہے۔ معروف ریاضی دان الہیرونی آثار الباقیہ میں لکھتا ہے: "قوموں کا طریقہ اس بارے میں یہ ہے کہ باہن این حکومت و مذاہب کی پیدا آئیں، بادشاہوں کی تخت نشینی انبیاء کی بعثت، ملکوں کی فتح و تخریب و مملکت کے انقلاب و انتقال اور حوادث عظیمہ ارضیہ سے تاریخ سنین کی ابتدا کیا کرتے ہیں۔" (۵۵)

چنانچہ ایسے بہت سے سنین جو اس دور میں رائج تھے یا آج موجود ہیں وہ کسی نہ کسی شخص کی طرف منسوب ہیں مثلاً:

① بسا بس سن: خلیفہ فہر اول کی پیدا آئیں کے وقت سے شروع کیا گیا تھا ② یہودی سن: کاہن سے شروع کے واقعے سے آغاز ہوتا ہے ③ سن عیسوی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدا آئیں سے شروع ہوا ④ رومی سن: پہلے پہل سکندرا عظیم کی پیدا آئیں اور پھر آگسٹس کی پیدا آئیں سے شروع ہوا ⑤ ہندوستانی سن:

استقرار پڑا کہ اس جانب توجہ بھی نہیں دی جاسکی۔ مگر چونکہ اس وقت اسلامی سلطنت کا بالکل آغاز تھا، اس لیے غالباً کسی قومی کوئی ضرورت بھی سامنے نہیں آئی جو مسلمانوں کو اس مسئلے پر غور و فکر کے لیے آمادہ کرتی۔ آپ ﷺ کے پیغمبر اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد مبارک آیا۔ یہ دور مدت میں کم ہونے کے ساتھ ساتھ لا تعداد تعدادی سازشوں اور بیرونی شورشوں میں گھرا ہوا تھا جن سے عہد برآمد ہونا سیدھا صدیقی اکبر رضی اللہ عنہ ہی کا کام تھا۔ وہ اپنی جانب توجہ دے اور یہ کام کہ بیرونی ضرورت نہ ہونے کے سبب ان کی ترجیحات میں نہ آ سکا۔

سب سفید ثانی مدت غور و فکر کا دور ہوا۔ آپ ﷺ کا دور ہوا کہ ایک نو سابقہ تمام ممالک میں دور دورہ لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ اس وقت سلطنت کے ساتھ صدیقی اور صفائی امور بھی وسعت اختیار کر چکے تھے اور ہر شعبے میں اصلاحات درجائی کام اور تعمیراتی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ اس بنا پر ایک تقویم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس تقویم اسلامی کا آغاز ہونا اور یہ تفصیلات شرف بھی ان ہی کے حصے میں آیا۔ (۵۱) جیسے کہ ایک رسالہ میں بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع کر کے فرمایا کہ مال بہت زیادہ ہونے لگا ہے اور مالی تقسیم کام کوئی وقت ضرورت نہیں ہے، آخر اس کو ٹھیک ٹھیک یاد رکھنے کی کیا تدبیر کی جائے۔ (۵۲) اس کے بعد طے پڑا۔

تقریباً اسلامی کی خصوصیات:

① (۱) سن اسلامی ہجری قمری تقویم کا، مگر تقویموں سے تقابل کرتے ہوئے اس کے امتیازات اور خصوصیات کا لحاظ رکھتے ہیں۔ یہ خصوصیات ذیل ہیں:

● اسلامی تقویم کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ آغاز سے اب تک یہ اپنی مجوزہ صورت پر قائم ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی یا ترمیم نہیں ہوئی ہے۔ یہ شری اور قمری تقویم ہے۔ اس لیے اس میں ترمیم کا حق کسی فرد پر مرکب حاصل نہیں ہے۔

(۵۳)

● دوسری خصوصیت یہ ہے کہ حلال ہونے اور استعمال کے لحاظ سے بھی تقویم ہجری قمری دنیائے کفر و کفر و کفر میں سے ہے۔ اگرچہ یہ سنین اپنے اعداد کے اعتبار سے ہجری تقویم سے زیادہ پرانے معلوم ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ۱۰ ہجری مطابق 616 برائی 5335 جو سن ہجری ہے۔ اس طرح جو سن ۱۵۵۵ کا سن بظاہر سن ہجری

۱۰۵۵ کی نسبت ہے۔

تاریخ لکھنے کا حکم آیا تھا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اہل نجران کے ہاتھ آپ ﷺ کے کئی خطوط، مدد، ہیرات اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ (۶۲) ان میں کسی میں بھی کوئی تاریخ مذکور نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ سے تعلق رکھنے والی ہر بات اور ہر چیز کی صحابہ کرام علیہم السلام اور ان کے مسلمانوں نے جس طرح حفاظت کی ہے، اس کے پیش نظر یہ باور کرنا ممکن نہیں کہ انہوں نے اس تاریخ کا ذکر نہیں کیا ہوگا۔

⑤ آپ ﷺ نے 6 ہجری اور اس کے بعد مختلف مسلمانوں کو دعوتی خطوط تحریر فرمائے تھے۔ ان میں سے چھ خطوط اب بھی اپنی اصل حالت میں محفوظ ہیں اور ان کے کس تعداد کتب میں شائع ہو چکے ہیں۔ (۶۳) ان میں کہیں بھی کوئی تاریخ درج نہیں ہے حالانکہ فساد بنی نجران کو آپ ﷺ نے یہ خط 5 ہجری میں ارسال فرمایا تھا (۶۴) اس اعتبار سے بعد کے تمام خطوط میں تاریخ درج ہونی چاہیے تھی۔

⑥ اس روایت کو قبول کرنے والوں نے حادی کے جس قول کو دلیل بنایا ہے وہ خود اس بارے میں اپنی رائے کو حتمی قرار نہیں دیتے بلکہ صرف روایت ذکر کر کے یہ کہتے ہیں جو فسان بہت لمبے کیوں... بلکہ اپنی اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کا متفق قرار دیا جائے گا لیکن دیگر روایات سے یہ بات ثابت نہیں ہے۔

⑦ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اگر یہ معاملہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں طے ہو گیا تھا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کس بارے میں مشورہ کیا تھا، جس کے متعلق روایات بالکل واضح اور اس کو حتمی سے ہیں کہ ان کے متعلق بے میں کسی ثانوی روایت کو ترجیح دینا ممکن نہیں۔

⑧ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ”نبی کریم ﷺ کے مدینے آنے تک وہاں تاریخ کا دستور نہ تھا، چنانچہ مال مدینہ آپ ﷺ کی تعریف آدھری سے ایک مہینہ، دو مہینے شمار کرنے لگے اور ان کا بھی چلن رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چار سال بھی یوں ہی گزرے۔ اس کے بعد تاریخ وضع کی گئی۔“ (۶۵)

⑨ امام احمد امام بخاری، ابن عساکر، ابن سیرین، حاکم، معاذ بن اسحاق، ابن حجر وغیرہ کی روایات اور ذاتی آثار (۶۶) سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ سلسلہ تقویم اسلامی کے موسس حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان ہی کے عہد مبارک میں صحابہ کرام علیہم السلام ان کے مشورے سے یہ تقویم وضع کی گئی۔

یہ خبر ماہیت کی پیدائش سے شروع کیا گیا ⑩ ایسا اندیشوں میں بھی جس قدر وزن مانا ہوئے ان سب کی اطلاع پیدائش تحت نشی اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کے واقعے سے ہوتی ہے اور اس رسم کے بانی اور مؤسس بھی ایرانی ہی ہیں کہ ہر بادشاہ گزشتہ کی منسوخ کر کے اپنی تخت نشینی کا بیاس جان کرے اور اسے سن جلوس کہا جائے ⑪ (۵۶) عربوں میں لکھنے پڑھنے کا کوئی خاص رواج نہ ہونے کی وجہ سے ان کا خاص فن نہیں تھا بلکہ وہ مخصوص واقعات کے اعتبار سے اپنے سالوں کا حساب رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی ولادت سے قریب کے زمانے میں ابوبکر کا حمل عرب کا خاص واقعہ تھا، اس کا اظہار کرتے ہوئے ان کے ہاں عام اہل رائج تھا۔ اس کی کچھ تفصیل پہلے گزری ہے۔

● جہری قمری تقویم میں ہفتے کا آغاز جمعہ المبارک سے ہوتا ہے۔ (۵۷)

● جہری تقویم میں شریک، نجوم پر مبنی بات پر مبنی و کا شمار تک نہیں ہے۔ اس کے مہینوں اور دنوں کے ناموں کو کسی دیوبندی یا دیوبند سے کوئی نسبت نہیں۔ (۵۸)

● سابقہ شریعتوں میں بھی دینی مقاصد کے لیے یہی قمری تقویم رائج تھی۔ بعد میں لوگوں نے اس میں تحریف اور ترمیم کرتے ہوئے اسے قمری یا صرف شمسی تقویم میں بدل ڈالا۔ لیکن جہری اسلامی قمری تقویم الحمد للہ ہر طرح طے و تدبیر سے محفوظ ہے۔ (۵۹)

ایک علامہ مکی کا ازالہ:

”سماوی نجران کی جو روایت حادی کے حوالے سے پہلے بیان ہوئی اس میں یہ بھی مذکور ہے جو فسان بہت لمبے کیوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو“ (۶۰) یعنی اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ تقویم کا آغاز حضور اکرم ﷺ نے کیا تو پھر تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تقویم جہری کے سلسلے میں آپ ﷺ کی جہری کوئی کرنے والے ہوں گے اس کے اعلان و اظہار سے ان سے بعض حضرات (۶۱) کو یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تقویم جہری کا آغاز نہیں کیا تھا بلکہ اس کا آغاز آپ ﷺ کے دور میں ہی ہو چکا تھا۔ قرآن و شواہد کے رد سے یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی ہے۔ اگر وہ روایات کی موجودگی میں تھا اہل نجران کی روایت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرنا درست نہیں۔ اس سلسلے میں دوبارہ طے کرنا ضروری نظر کرنا چاہیے۔

● اس روایت میں ذکر ہے کہ اہل نجران کو جب آنحضرت ﷺ نے دعا لکھا تو اس میں آپ ﷺ نے

۴۶) ابو الفضل شاہ اب الدین سید محمود آسی بخاراوی کی روح المعانی کے دار احیاء التراث العربی ج: ۳۰ ص: ۱۱۹

۴۷) قاضی شاہ عبدالغنی بنی قنی جو فیفسیر مطہری کے اشاعت الصوفیہ طبع: ۶۰ ص: ۲۵۳

۴۸) عبد الرحمن بن عبداللہ اسماعیل جو الورق الانف کے دارالعرفہ بیروت ج: ۲ ص: ۲۲۶

۴۹) ابن حجر مفتح الباری ج: ۱ ص: ۳۳۱

۵۰) جو زقانی ج: ۱ ص: ۳۵۲

۵۱) سید فضل الرحمن جوہادی اعظم علیہ السلام کے زوارہ کیڈی بکلی کیشور کرپنی ج: ۱ ص: ۳۲۲-۳۲۳

۵۲) جو الاعلان ج: ۳ ص: ۱۷۳

۵۳) پرویز شہزاد احمد جو السورۃ النبویہ کے ششای السیر کے کراچی شمارہ: ۱ جون ۱۹۹۹ ص: ۱۶۹

۵۴) سلیمان منصور پوری جو حمدہ للمؤمنین ج: ۲ ص: ۳۵۱

۵۵) ابوالکلام آزاد جو رسول رحمت ج: ۱ ص: ۳۵۱

۵۶) جو حمدہ للمؤمنین ج: ۱ ص: ۳۵۱

۵۷) پرویز شہزاد احمد جو السورۃ النبویہ کے شمارہ: ۱ ص: ۱۶۹

۵۸) ایضاً (۵۹) ایضاً ص: ۱۷۵

۶۰) الکافی جو الترتیب الادبیہ ج: ۱ ص: ۱۸۱

Journal of Islamic studies karachi university, p:12 (۶۱)

۶۲) ڈاکٹر حمید اللہ جو الذائق السیاسیہ ج: ۱ ص: ۱۸۰ تا ۱۷۵

۶۳) ابن حجر مفتح الباری ج: ۱ ص: ۳۳۲ جو الاعلان ج: ۱ ص: ۱۶۹

۶۴) جو الترتیب الادبیہ ج: ۱ ص: ۱۸۱

۶۵) جو الاعلان ج: ۱ ص: ۱۷۳

۶۶) ابن حجر مفتح الباری ج: ۱ ص: ۳۳۲ جو خلاصی ج: ۱ ص: ۷۳-۷۴

۶۷) جو اردو دائرہ معارف الاسلام ج: ۱ ص: ۱۳۳

۶۸) جو حمدہ للمؤمنین ج: ۱ ص: ۳۵۱ ایضاً

ان نکات کی روشنی میں اس بارے میں فساد نثری بحران والی روایت پر کوئی احتجاج نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ بحث:

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ اور عہد مبارک میں ضرورت نہ ہونے کے سبب اسلامی تقویم کا آغاز نہ ہو سکا۔ آپ ﷺ کے بعد عہد صدیق اکبر ﷺ کے مختصر ایام میں بھی کئی گوں مشکلات اور مہمات کے سبب اس جانب توجہ نہ دی جا سکی۔ عہد سیدنا فاروق اعظم ﷺ میں جب ضرورت نہیں برصغیر اور اسلامی ریاست وسیع ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی توجہ اس جانب مبذول ہوئی۔ انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے سے ہجرت نبوی ﷺ کو اسلامی تقویم کا آغاز قرار دے کر اس سے اسلامی سال کا آغاز کیا۔ چونکہ ہجرت مدینہ ریح الاول میں ہوئی تھی اور عربوں کا سال محرم سے شروع ہوتا تھا، اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشورے سے محرم سے اسلامی سال کا آغاز ہوا اور محرم الحرام ۱ ہجری مطابق ۱۶ جولائی 622ء ہوئی۔

۱6 جولائی 5335 جریئین 3 آ ب 26،4382 سادون 679 سمت بروشد کو ہجری تقویم کا باقاعدہ آغاز

قرارداد کیا (۶)۔ ہجری تقویم کا باقاعدہ آغاز وہی مرتبہ استعمال عہد فاروقی میں 30 جمادی الاخریٰ ۱7ھ

مطابق 12 جولائی 638ء بروز اتوار کو ہوا۔ (۶۸)

جو زوارہ (طبع مصر) نے رحمہ اللہ لکھنؤ دار الفکر اسلامی تعلیمی مرکز علیہ السلام کے دارالعلوم کے مدرسین کے

حوالہ جات

۱) عثمانی نعمانی جو المعارف ج: ۱ ص: ۳۶۰

۲) ابن ہشام جو السورۃ النبویہ کے دارالعرفہ بیروت ج: ۲ ص: ۱۸۷

۳) جو خلاصی ج: ۱ ص: ۳۳۸ جو زقانی ج: ۱ ص: ۳۵۲

۴) جو خلاصی ج: ۱ ص: ۷۳

۵) ابن حجر مفتح الباری ج: ۱ ص: ۳۳۲ جو الاعلان ج: ۱ ص: ۱۷۳

۶) اسلامی مرکز مدینہ منورہ جو حمدہ للمؤمنین ج: ۱ ص: ۳۵۱ ایضاً علامہ علی ایچ سنز، لاہور جو الاعلان ج: ۱ ص: ۱۷۳

۷) ابن حجر مفتح الباری ج: ۱ ص: ۳۳۲ جو خلاصی ج: ۱ ص: ۷۳

بِزْمِ اطفال

● کیا نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد کسی کے دعویٰ نبوت کے متعلق خبر دی ہے؟
 ہاں! احدیت شریف میں واضح الفاظ میں آیا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد میں (30) ایسے افراد کی خبر دی ہے جو دعویٰ نبوت کریں گے۔

● نبی کریم ﷺ نے ان مدعیان نبوت کے متعلق کیا فیصلہ صادر فرمایا ہے؟
 نبی کریم ﷺ نے وہ خلاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ وہ (مدعیان نبوت) جھوٹے ہوں گے۔

● کیا نبی کریم ﷺ نے مدعیان نبوت کی نیکو کوئی نذر مانی ہے؟

ہاں! نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں دعویٰ نبوت اسوشی کو واصل نہیں کیا گیا اور دوسرے مدعی نبوت سیدہ کلابہ کی سرکوبی کے لیے خود نبی کریم ﷺ نے ٹھکر راونہ فرمایا تھا۔

● نبوت کا دعویٰ کرنے والے افراد کی تعداد تیس (30) بیان کی گئی ہے کیا یہ تصدیق جی ہے؟

ہاں! لوگوں کے پڑے پڑے کئی بد بخت نبوت کا دعویٰ کریں گے لیکن ان میں سے 30 وہ ہوں گے جن کا تختہ دار بنا پاک و معزز امت مسلمہ کو پہنچان کرے گا۔ امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں امام تہقی سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ میں 70 مدعیان نبوت کا ذکر ہے۔ مگر لیکن ان میں سے 30 امت مسلمہ کو پہنچان کریں گے اور باقی اپنی موت آپ مر جائیں گے۔

● اگر خدا یا نبیت کی جو مرزا قادیانی تھی ان 30 ملعونوں میں شامل ہے؟

ہاں! ہاں! وہ مرزا قادیانی کے عقائد و نظریات امت مسلمہ میں اشتراک و ارتداد و کفر و ایمان کا باعث ہے۔ ان میں کوئی حق نہیں کہ اس ملعون فقے نے ایک صدی سے امت مسلمہ کے ناک میں دم کر رکھا ہے لہذا مرزا و احوال کا ان 30 ملعون ملعونوں میں سے قی ہے۔ اسوشی اور سیدہ کلابہ سے سیدہ بخاری مرزا قادیانی تک تقریباً 4000 حدیث آراء نے دعویٰ نبوت کیا ہے جبکہ مرزا و احوال کے ماننے والوں میں تقریباً 6 اضعاف مرزا قادیانی دعویٰ کی حد تک پہنچ گئی۔

تائید اہل سنت : علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی

اور

مجاہد تحریک ختم نبوت : مولانا صوفی ایاز خان نیازی

کی قائم کردہ مجاہدین ختم نبوت پر مشتمل تنظیم

فکرِ انبیاء ختم نبوت پاکستان

اشاعت اسلام خصوصاً تحفظ ختم نبوت کے لیے میدانِ عمل میں ہے۔ 1973ء میں قائم کردہ

”تنظیم فدایان ختم نبوت“ کی 1995ء میں ”تحریک فدایان ختم نبوت“ کے نام سے تنظیم نو کی گئی۔ 2000ء میں ”تحریک فدایان ختم نبوت“ اور ”تحریک تحفظ ختم نبوت“ کو ختم کر کے موجودہ تنظیم ”فدایان ختم نبوت“ کی بنیاد رکھی گئی۔

اس وقت فدایان ختم نبوت پاکستان کے سرکاری امیر شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی اور سرکاری ناظم اعلیٰ خلیفہ پاکستان حضرت مولانا خان محمد ادری ہیں۔ ان حضرات کی با علم و عمل اور متحرک قیادت نے فدایان ختم نبوت کو مقام ختم نبوت کے تحفظ کے لیے بہت جلد اہلسنت و جماعت کی مسئلہ دار و نما اندوہ تنظیم بنایا ہے۔

فدایان ختم نبوت کے مجاہد مجاہد ران کی جانب سے تمام مؤمنین کو اس قافلہ حقیقی و مستقیم میں شمولیت کی دعوت ہے کہ ان میں اور اہلسنت کی چھید و باطل قیادت کے ساتھ تحفظ ختم نبوت کا علم تمام

خوشخبری

جنوری 2010ء سے

فکرِ یاز ختم نبوت پاکستان کے ترجمان

العاقبہ

کی نئی ممبرشپ کا آغاز ہو گیا ہے

ممبرشپ حاصل کرنے کے لیے زر سالانہ **300** روپے

مع نام ایڈریس اور موبائل نمبر جمع کروائیں

جامع مسجد رمتہ للعالمین

برائے منی آرڈر

مدینہ کالونی ملتان روڈ، نزد گرینڈ بیٹری شاہ متقل شیل پٹرول پمپ، لاہور

0321-4370406/0314-4250505

معلومات